تذکرۂ نعت گویانِ بریلی

...ید لطیف حسین، ادیب

تذکرۂ نعت گویانِ بریلی

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب
ایم - اے، پی - ایچ - ڈی

قیمت : Rs 20/-
بار اول : ۱۹۸۶ء
تعداد : ۶۰۰
پریس : کلسر پرنٹنگ پریس
کاتب : سمیع الدین بدایونی

دستیاب

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب، ۳/۴، پھول والان بریلی

روشن پبلی کیشنز، روشن محل، سوتھا بدایوں

مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی

یہ کتاب یو۔پی اردو اکادمی کے مالی
اشتراک سے شائع ہوئی

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

ترتیب

	مؤلف	ص
ابتدائیہ	"	٦
مقدمہ	"	٩
تذکرۂ نعت گویانِ بریلی	"	٢٠
ضمیمہ	"	١٤٣
کتابیات	"	١٥٧
فہرست اسمائے نعت گویانِ بریلی	"	١٥٩

ابتدائیہ

میں نے میر حسان الحیدری مدیر ماہنامہ آستانہ زکریا ملتان کے اصرار پر نعت گویان اردو پر تعارفی مضامین کے سلسلے کا آغاز ۱۹۵۶ء میں کیا جو سنہ ۱۹۶۱ء تک جاری رہا۔ جب میر حسان الحیدری اس ماہنامے سے علیحدہ ہو گئے میں نے یہ سلسلہ مضامین بند کر دیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں ایک ریسرچ اسکالر سے نعت گویانِ بریلی کے متعلق گفتگو کرتے وقت ایک تذکرہ مرتب کرنے کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ میں نے ۱۹۸۰ء تک یہ تذکرہ مرتب کر دیا مگر اس پر نظرثانی کی نوبت ۱۹۸۵ء میں آئی اور وہ بھی جناب شمس بدایونی کی تحریک پر جنھوں نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی اشاعت پر زور دیا۔

میں نے یہ تذکرہ چند شعرائے بریلی (۱۹۷۶ء) کی طرح بریلی کی ادبی حیثیت کو متعارف کرانے کے خیال سے مرتب کیا ہے۔ اس تذکرے سے کچھ نہیں تو کم از کم یہ فائدہ تو ضرور ہو گا کہ بریلی کی جدید نسل اپنے شہر کی نعت گوئی کی تاریخ اور اس کے حاصل سے واقف ہو جائے گی۔

میں نے تذکرے میں شعراء کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ضرور دی ہے مگر شاعر کا تعارف کراتے وقت اس کے عہد کا تعین کر دیا ہے

میں نے پوری کوشش کر کے شعراء کی تاریخ وفات قوسین میں درج کر دی ہاں جن شاعروں کی تاریخ وفات نہیں مل سکی ان کے عہد کا ذکر کر دیا ہے۔ جہاں ضروری معلوم ہوا وہاں اس عہد کے شعری میلانات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

نعتیہ شاعری کے سرمائے میں نعتیہ غزلیات۔ قصائد۔ مثنویات مخمسہ جات۔ سلام وغیرہ شامل ہیں مگر میں نے بخوف طوالت صرف نعتیہ غزلیات انتخاب پیش کیا ہے۔ البتہ اس کا التزام ضرور کیا ہے کہ ہر نعت گو کا تعارف پیش کرتے وقت اس بات کی بھی کسی نہ کسی حد تک وضاحت کر دی جائے اسے غزل کے علاوہ کس کس اصناف سخن میں دسترس تھی اس التزام کے بغیر معلومات تشنہ رہ جاتیں اور یہ کمی ایسی تھی جسے ہر قاری محسوس کئے بغیر نہ رہتا

میں اس وقت یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اس تذکرے میں صرف ان نعت گویان کو جگہ دی ہے جو صرف نعت گو تھے یا جنھوں نے نعت گو حیثیت سے بھی شہرت پائی۔ اس تذکرے میں جن نعت گویان کی شمولیت نہ ہو سکی اس کا باعث ان کے کلام نعت کی عدم فراہمی ہے ان میں بعض دورِ جدید کے شعراء بھی شامل ہیں جنھوں نے تقاضے کے باوجود اپنا نعتیہ کلام عطا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس سلسلے میں آخری کوشش انور چغتائی کی معرفت کی گئی اور جو حالات و کلام وہ حاصل کر سکے ضمیمے میں پیش کر دیئے گئے۔ میرے قارئین کو یہ بات بہرحال ذہن میں رکھنی ہو گی کہ میں نے یہ کام تقسیم وطن کے بعد پیدا ہونے والے حالات میں کیا ہے جبکہ متعلقہ افراد اور نجی سرمایہ کتب میری دسترس کے باہر ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے موضوع پر یہ پہلا کام ہے ظاہر ہے جن دشواریوں کا مجھے سامنا کرنا پڑا اور قطرہ قطرہ معلومات جمع کر کے جس طرح کوزہ بھرا وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔

میں آخر میں جناب سیّد تعظیم علی نقوی بریلوی کا شکر گزار ہوں

ہر چند وہ کراچی میں ہیں انھوں نے اپنے خاندان کے پرانے شعراء کے حالات بھیجے، بعض شعراء کے مطبوعہ دواوین کے صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بھیجیں اور مجھ سے اس قدر دور رہتے ہوئے بھی میرے کام میں دلچسپی لی۔

میں جناب شمسؔ بدایونی سلمہٗ کا بار دگر شکر گزار ہوں کیونکہ ان کی ترغیب سے ہی میں نے مسودے پر نظر ثانی کی اور اشاعت کی منزل تک پہنچایا۔

۷۳۰۔ پھول والان
بریلی

سید لطیف حسین ادیب
۲؍ جنوری ۱۹۸۶ء

مقدمہ

بریلی میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز روہیلوں کے دورِ اقتدار میں ہوا۔ روہیلوں کے سیاسی اقتدار اور ان کی سخن پروری نے درجنوں شعراء کو بریلی کی طرف متوجہ کیا۔ دہلی میں نادر گردی (۱۷۳۸ء/۱۷۳۹ء) اندرونی خلفشار اور بعد کو احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے شعرائے دہلی کے حوصلے پست کر دیئے۔ بالآخر انھوں نے بریلی، فرخ آباد، فیض آباد اور لکھنؤ وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔ نوابین روہیلہ سخن سنج اور سخن پرور رئیس تھے۔ بیرونجات کے درجنوں شعراء بریلی کے امراء سے وابستہ ہو گئے۔ خود نواب حافظ رحمت خاں سخن پرور سردار ریاست تھے اور ان کے پسران میں نواب عنایت خاں اور نواب محبت خاں سخن پرور امراء میں سے تھے۔ نواب عنایت خاں (المتوفی ۱۷۷۳ء) کی سرکار میں میر عوض علی مدعا شاہجہاں آبادی ملازم تھے جن کے متعلق میر حسن نے لکھا ہے۔

"بہ عنایات یزدانی ازراہ قدر شناسی و نکتہ دانی عالی شان خلف حافظ رحمت خاں، عنایت خاں غفر اللہ سرہ صدر ورود می دارد۔ چندے در بریلی اقامت داشت"[۱]

نواب محبت خاں محبت (المتوفی ۱۸۰۹ء) اعلیٰ پایہ کے شاعر اور

۱؎ تذکرہ شعرائے اردو - ص ۱۷۲

مربی سخن تھے ان کی سرکار سے خواجہ حسن مودودی چشتی دہلوی وابستہ تھے ان کے قیام لکھنؤ کے زمانے میں جعفر علی حسرتؔ اور قلندر بخش جرأت ان کی معارف پروری سے سرفراز ہوئے۔

نواب علی محمد خاں (المتوفی ۱۷۴۹ء) کے پسران میں نواب محمد یار خاں امیر (المتوفی ۱۷۷۵ء) بڑے شاعر اور مربی سخن تھے ان کے متعلق مصحفی نے لکھا ہے:

"در علم موسیقی و ستار زدن یگانہ روزگار در رعنائی و زیبائی جوانے بود باغ و بہار۔ در ایامیکہ بہ ترغیب حکیم کبیر سنبھلی شوق شعر ہندی دامن دلش رابسوے خود کشید خطی بہ طلب میر سوز و مرزا محمد رفیع نوشتہ روانہ کرد۔ چوں در ایام ہر دو بزرگ در سرکار مہربان خاں رند تخلص بصیغہ شاعری عز و امتیاز داشتند از فرخ آباد آمدن ایشاں بہ ٹانڈہ کہ موضع بود و باش نواب بود اتفاق نیفتاد۔ آخر کار میاں محمد قائم کہ دراں ایام در بسولی بودند حسب الارشاد آمدہ شرف ملازمت آں والاجناب دریافت و بدر ماہہ یک صد روپیہ عز و امتیاز دادہ با استادیش برداشت"[1]

اس کے بعد مصحفی نے اپنے متعلق لکھا ہے:

"حقیر مصحفی از حاضران مجلس او بود بر وقتیکہ غزل طرح می فرمودند بس انجام می رسانید"[2]

قائم چاندپوری نے محمد یار خاں امیر کو دعا دیتے ہوئے لکھا ہے

تجھ کو قائم رکھے اللہ بہت سا اے امیر ؎ مجتمع سارے ہیں ہیں جس کے سخنداں الیہ

نواب محمد یار خاں امیر کے زیر سایہ جو مشہور شعرا ٹانڈہ (تحصیل آنولہ ضلع بریلی) میں

---

[1] تذکرہ ہندی۔ ص: ۱۳ [2] ایضاً

جمع ہوئے ان کے نام یہ ہیں ـــــ قائمؔ چاند پوری۔ مصحفیؔ۔ حکیم کبیر سنبھلی۔ سید پروان علی شاہ پرواؔنہ۔ نعیم اللہ خاں نعیمؔ۔ فدوی لاہوری۔ مولوی قدرت اللہ قدرتؔ

افسوس ٹانڈہ کی محفل فن روہیلوں کے زمانے میں ہی اجڑ گئی۔ نواب ضابطہ خاں کو یہ مقام سکرتال شاہ عالم اور مرہٹوں کی افواج کے مقابلے میں ۱۷۷۲ء میں شکست ہوئی۔ جب یہ خبر عام ہوئی کہ مرہٹے روہیلکھنڈ میں داخل ہونیکا ارادہ کر رہے ہیں، عوام و خواص دامن کوہ میں چلے گئے۔ شعراء نے ہجرت اختیار کی اور وہ نئے مربیوں کی تلاش میں دیگر شہروں کو روانہ ہو گئے۔ مصحفی نے لکھا ہے۔

"واللہ کہ یاد آں صحبت گذشتہ داغ ناکامی بر دل دردمند می گذارد[1]"

مصحفی کا یہ شعر بھی حسب حال ہے ؎

اے مصحفی میں روؤں کیا پچھلی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے اکثر بگڑ چکے ہیں

نواب علی محمد خاں کے دوسرے فرزند نواب عبداللہ خاں (المتوفی ۱۷۷۶ء) اردو اور فارسی کے شاعر تھے۔ عاصیؔ، آزادؔ اور مبتلاؔ ان کے تخلص تھے وہ بھی مربی سخن تھے۔ حکیم نجم الغنی نے مولوی قدرت اللہ شوق کے حوالے سے لکھا ہے۔

"پیش ہمت او حاتم طائی را یکے از گدایان دار دباید شمرد در رعایت فقراء و شعراء وحید زمان بود[2]۔"

تذکرہ بلا شعراء کے علاوہ مصحفی نے تذکرہ ہندی میں جن شعراء کی اس اعتبار سے نشاندہی کی کہ وہ ان کی خدمت میں بغرض اصلاح ٹانڈہ میں حاضر ہوئے یا جن شعراء کو انکھونے

---

[1] تذکرہ ہندی۔ ص: ۱۳۰

[2] اخبار الصنادید۔ ص: ۲۸۹

ٹانڈہ میں دیکھا، ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔
عشقی مراد آبادی۔ عظیم۔ مراد علی حیرت مراد آبادی۔

ہندو امراء میں دیوان راجہ مان رائے، جو پسر محمد علی روہیلہ کے مدار المہام تھے، کے صاحبزادے ہلاس رائے رنگین معروف شاعر تھے۔ میر حسن نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

"طبع موزونے دارد"[1]

دیگر شعرائے بریلی میں میر غلام علی عشرت (المتوفی ۱۸۲۱ء) نے بڑی شہرت حاصل کی۔ وہ ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء میں سقوط روہیلکھنڈ کے بعد رام پور چلے گئے اور وہیں معروف ہوئے۔

اس وقت یہ بتانا بے محل نہیں ہوگا کہ روہیلہ امراء میں جتنی خوبیاں تھیں ان کا کردار بھی بہت مضبوط تھا۔ زنان بازاری سے دلچسپی رکھنا، ان کو اپنے حرم میں داخل کرنا، محافل مجرا منعقد کرنا یا دارالسلطنت کے کسی کوچے میں ان کو آباد کرنا وغیرہ ان کے دور اقتدار میں مروج نہیں تھا۔ وہ راسخ عقیدہ سنی اور صلوٰۃ و اذکار کے پابند تھے۔ خود نواب حافظ رحمت خاں سلسلۂ عالیہ میں بیعت تھے اور انھوں نے اپنے مرشد سید معصوم شاہؒ اور ان کے والد سید احمد شاہؒ کو بریلی بلا کر قلعہ نو محلہ میں آباد کیا۔ مسجد نو محلہ بریلی میں ان بزرگوں کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ امیر الامراء نواب نجیب الدولہ (المتوفی ۱۷۷۰ء) نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحریک احیائے دین میں شرکت کی، نجیب آباد میں اس تحریک کا مرکز قائم کیا اور بعد کو جملہ روہیلہ سرداروں نے مرہٹوں کے خلاف جنگ پانی پت (۱۷۶۱ء) میں احمد شاہ ابدالی کا ساتھ دیا۔ درحقیقت روہیلوں کی دین پسندی نے علماء و فقراء

---

[1] تذکرہ شعرائے اردو۔ ص: ۷۴

کو ورود بریلی پر مجبور کیا اور بعد کو جب معاہدہ لال ڈانگ (۱۷۷۵ء) کے بعد ریاست رامپور وجود میں آئی۔ اور وہاں کے نوابین کی جانب سے علوم و فنون کی قدردانی کے ضمن میں ان کی داد و دہش کا شہرہ عام ہوا تو وہاں شعراء کے علاوہ علماء اور فقراء کا بھی مجمع لگ گیا۔ کتب سیر اور تذکرات الشعراء با علماء، فقراء اور شعراء کے نام ملتے ہیں، اس دور کی قبور کا بھی پتہ لگتا ہے مگر ان کا نعتیہ کلام نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس دین پرست دور حکومت میں نعت و تصوف کے کلام کی کمی نہیں ہوگی۔

روہیلکھنڈ کا سیاسی اقتدار ختم ہونے کے بعد (۱۷۷۴ء) اور مہاجرت شعرائے وقت بریلی کے جن شعراء نے بریلی کے باہر قدم نہیں نکالا وہ میدان سخن سے محروم ہو گئے۔ ان کا کلام بھی شائع نہیں ہوا اور ہر چند بعد کو ان میں سے بعض کا مذکور چند تذکرات میں ہوا مگر وہ ناکافی ہے۔ اس وقت بریلی کے شعرائے متقدمین اور شعرائے متوسطین کا جس قدر سرمایہ لائبریریوں میں محفوظ ہے۔ وہ دعوت تحقیق دے رہا ہے۔ یہ اپنی جگہ ایک دلچسپ بات ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں بھی جبکہ شعرائے بریلی گمنامی کے بحر میں غوطہ زن تھے، بریلی میں لطف علی خاں لطف ایک صاحب دیوان نعت گو کی حیثیت سے معروف ہوئے اور ان کا شمار شمالی ہند کے ابتدائی نعت گویان کی فہرست میں کیا گیا۔ اُس دور کے بیشتر نعت گویان کا کلام دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے حد محتاط تھے۔ ان شعراء نے سامنے کے مضامین قلمبند کئے اور یہ خیال رکھا کہ مضمون بے حد نہ ہو۔ ان کی نعتیہ شاعری میں شمائل نبوی، واقعہ معراج، اوصاف نبوی اور دیدار گنبد خضرا وغیرہ پر مبنی مضامین کی بھرمار ہے وہ دعائیہ اشعار کے سبب اپنے جذبات کے اظہار میں بے ساختہ نہیں ہوئے انھوں نے بلاغت سے بھی گریز کیا اور سلیس زبان میں نعت لکھی مگر انیسویں صدی عیسوی

کے نصف آخر میں ہی بریلی کے اسلوب نعت گوئی میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ مولوی احمد رضا خاں رضا بریلوی (المتوفی ۱۹۲۱ء) جن کا تعلق علمائے بریلی کے خاندان سے تھا اور خود بھی جید عالم دین تھے، نعتیہ غزلیات کے علاوہ نعتیہ مثنویات، قصائد اور سلام تحریر کئے اور بلاغت کا بھی سہارا لیا۔ جس پر وہ مکلف تھے کیونکہ وہ الفاظ اور مضامین کے انتخاب میں ایک عالم دین کی حیثیت میں مستند تھے۔ بعض وہ شعرا، جو صاحب حال بھی تھے انھوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں باطنی تجربات کا عکس ڈالا اور رمزیت کا احساس پیدا کیا۔ اس طرز کے شعراء میں نواب حیدر حسین خاں حیدر بریلوی سر فہرست ہیں اس وقت اور بعد کو بھی جس طرز کی نعت نے فروغ پایا وہ سلیس، شیریں، فصیح اور جوش محبت سے لبریز نعت تھی جس میں بے ساختہ پن تھا۔ اور جس میں غزل کے لوازم کی خصوصیات بھی تھیں۔ ایسی نعت گوئی کا آغاز مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (المتوفی ۱۹۰۸ء) نے کیا۔ وہ داغ کے شاگرد اور اپنے برادر گلاب مولوی احمد رضا خاں رضا بریلوی کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کی نعت فصیح البیانی اور جذبات نگاری کے باوصف حدود شرح میں رہی جو نعتیہ شاعری کا اعجاز ہے۔ ان دونوں برادران نے نعتیہ شاعری کو وہ فروغ بخشا کہ اس کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں ہی بریلی میں نعتیہ مشاعروں کے انعقاد کا آغاز ہوا اور نعتیہ گلدستے شائع ہوئے اور مجموعی طور پر نعتیہ شاعری کی ایسی ترغیب و تحریک پیدا ہوئی کہ وہ آج بھی جاری ہے۔ بیسویں صدی عیسوی میں بریلی کے بیشتر نعت گویان مولانا حسن بریلوی کے طرز کے مقلد تھے جس کا سبب یہ بھی تھا کہ ان کے تلامذ کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بریلی کا عام ماحول شاعری داغ کی خصوصیات سے متاثر تھا۔ ان کے علاوہ بعض نعت گویان انیسویں صدی عیسوی کے باقیات الصالح

میں تھے۔ جو زود گو، تخیلؔ پسند اور الفاظ و تراکیب کے دلدادہ تھے۔ ان کی تعداد قلیل تھی اور وہ مولانا حسنؔ بریلوی اور ان کے ارشد تلامذہ کے جذب و عذوبت کے مقابلے میں پھیکے پڑ گئے۔ البتہ مفتی عماد الحسن محوؔ بریلوی (المتوفیٰ ۱۹۲۵ء) پسر مفتی سلطان حسن خاں احسنؔ بریلوی (المتوفیٰ ۱۸۷۲ء) تلمیذ غالبؔ کی بزم ادب کے شرکاء اور خود ان کے خاندان کے شعراء غالبؔ و شیفتہؔ کا طرز شاعری پسند کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی نعتیہ شاعری میں وقت کے ساتھ جذبات و عقیدت کی گرمی ملتی ہے اور یہ طرز نعت گوئی مفتیانِ بریلی کا طرز خاص ہے جس کا آخری نمونہ مفتی صابر حسن پیشواؔ عثمانی بریلوی (المتوفیٰ ۱۹۷۶ء) کے کلام میں ملتا ہے۔ تقسیم وطن (۱۹۴۷ء) کے بعد پھر ہجرت شعراء کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہجرت شعراء کے ساتھ قدیم کتب خانے تباہ ہو گئے اور مجموعی طور پر بریلی کی ادبی سرگرمیوں کو دھکا لگا۔ نئے حالات کی نئی جدلیات تھیں جس کو بریلی کے شعراء نے قبول کیا اور وقتی تعطل کے بعد کاروانِ نعت گوئی راہ ترقی پر گامزن ہو گیا۔ سیرت النبی اور اعراس کے موقعوں پر نعتیہ مشاعروں کا انعقاد حسب روایت سابقہ ہوتا ہے۔ بعض شعرائے حال نے نعتیہ شاعری پر مشتمل دواوین بھی مرتب کیے ہیں جو منتظر اشاعت ہیں۔ بعض نعت گویان نے جدید حالات میں تدے قلیل انفرادیت بھی حاصل کی ہے اور ان کے کلام نعت کو شہرت بھی ملی ہے ان میں مولوی مصطفےٰ رضا خاں نوریؔ بریلوی (المتوفیٰ ۱۹۸۲ء) کی نعتیہ غزل میں شیفتگی اور غنائیت کا عنصر اتنا زیادہ ہے کہ وہ اپنے تمام ہمعصر نعت گویان میں منفرد معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی تحسین رضا خاں تحسینؔ بریلوی کی نعت میں ان کی علمی سنجیدگی اور طبیعت کے سلجھے پن کا عکس ہے۔ ان کی نعت ایک محدث اور ایک منطقی کے فضل و کمال کا اظہار ہے محمد امین بدرؔ بریلوی جدید لب و لہجے کے شاعر ہیں جس کا تجربہ نعت میں سردست

ممکن نہیں ہے پھر بھی ان کی نعتیہ شاعری میں نیاپن کا احساس ملتا ہے بریلی کے موجودہ ماحول نعت گوئی کو دیکھ کر اس کے مستقبل کی طرف سے فکر لاحق نہیں ہوتی۔ اب میں اس تذکرے کے اہم ماخذوں کے متعلق بتانا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ ان رجال و کتب کے بغیر یہ تذکرہ منزل ترتیب تک کبھی نہیں پہنچتا۔

گلدستہ نعت آئینۂ مغفرت

اس کو سید حسین شاہ شمیم بریلوی نے مرتب کیا۔ اس کی دو بار اشاعت ہوئی پہلی بار محمد گویان تاجر کتب بریلی نے ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں شائع کیا۔ دوسری اشاعت ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں مطبع گلشن فیض لکھنؤ سے ہوئی۔ دونوں اشاعتیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ اس گلدستے میں اکتالیس نعت گویان بریلی کا کلام شائع ہوا۔ آئینۂ مغفرت کے دفتر دوم کا نام "جام کوثر" ہے جس میں شعرائے بیرونجات کی نعتیں طبع ہوئیں۔ انیسویں صدی عیسوی کے نعت گویان بریلی تک ہماری رسائی اس گلدستے کے ذریعہ ہوئی۔

گلدستہ مشاعرہ بریلی

قاضی محمد خلیل حیرانؔ بریلوی (المتوفی ۱۹۳۹ء) بن قاضی عبدالجلیل جنونؔ بریلوی (المتوفی ۱۹۰۰ء) تلمیذ غالب ایک سخن سنج و سخن پرور رئیس تھے۔ انھوں نے اپنے مکان واقع پل قاضی بریلی ایک طرحی مشاعرہ ۵ر اور ۶ر نومبر ۱۹۱۱ء کو کرایا جس میں مقامی اساتذہ کے علاوہ اساتذہ بیرونجات نے بھی شرکت کی اس تاریخی مشاعرے میں جتنا بھی کلام پڑھا گیا وہ منشی پیارے لال رونقؔ دہلوی نے اپنے ماہنامے کمال دہلی کی جنوری ۱۹۱۲ء سے اپریل ۱۹۱۲ء تک کی اشاعتوں میں پیش کیا۔ میرے پاس یہ شمارے محفوظ ہیں۔ میں نے بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانے کی نعتیں مذکورہ شماروں سے حاصل کیں۔

ارمغانِ قیصر بریلی

یہ گلدستہ نعت ہے جو "بزم قیصر" شہر کہنہ بریلی کی جانب سے اپریل ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔ اسی گلدستے میں ان نعت گویان بریلی کا کلام شائع ہوا جو جناب مرزا رستم یار بیگ قیصر بریلوی (المتوفی ۱۹۲۶ء) کی بزم قیصر سے وابستہ تھے۔ یہ گلدستہ لیاقت حسین لائق بریلوی (المتوفی ۱۹۷۸ء) کے پاس محفوظ تھا جس سے میں نے استفادہ کیا۔ اس گلدستہ نعت کے ذریعہ میری رسائی بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور کے مزید نعت گویان تک ہوئی۔

گلدستہ نعت مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی

یہ مشاعرہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء کو حاجی ولی اللہ شیشہ والا کے مکان اتیگل حکیم وزیر علی محلہ خواجہ قطب بریلی میں ہوا۔ مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی کی جانب سے ہوا تھا۔ مشاعرے کی نظامت مشتاق حسین راقم بریلوی (المتوفی ۱۹۵۴ء) نے کی تھی۔ مشاعرہ بہت کامیاب ہوا اور کلام مشاعرہ ایک گلدستے کی شکل میں طبع ہوا جس کا ناقص الاول نسخہ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس گلدستے کے ذریعہ میری رسائی ان نعت گویان بریلی تک ہوئی جن کو میں نے دیکھا تھا اور جو ادھیڑ یا بوڑھے ہو چکے تھے یا جن کی شاعری کا آغاز تھا اور وہ میرے زمانے میں ہی معروف ہوئے۔

اس طرح آئینۂ مغفرت (۱۸۸۸ء) سے گلدستہ نعت سیرت کمیٹی (۱۹۴۳ء) تک کافی کلام نعت فراہم ہو گیا اور اس کے ارتقائی مطالعے کا موقع بھی مل گیا۔ ان گلدستوں کی فراہمی آسان بات نہیں تھی مگر جستجوئے مسلسل اور احباب کی مدد نے دستگیری کی۔ میں اس سلسلے میں جناب شیخ وحید احمد مسعود بدایونی مرحوم اور جناب انور بیگ انور چغتائی بریلوی کا بے حد ممنون ہوں۔ ان دونوں نے خام مواد کی فراہمی میں میری اس طرح مدد کی گویا وہ خود

تذکرہ نویس ہوں۔

پرانے گلدستوں میں شاعر کا نام، تخلص، تلمذ اور کبھی کبھی کوئی توصیفی عبارت تو عنوان کلام میں مل جاتی ہے مگر دیگر حالات ہمدست نہیں ہوتے۔ تقسیم وطن کے بعد شعرار کے حالات کا جمع کرنا اور بھی مشکل ہو گیا کیونکہ ترک وطن کی وجہ سے شعرا یا ان کے افراد خاندان میری دسترس کے باہر ہو گئے اس پریشانی کے وقت دو سن رسیدہ سخن فہم و سخن نواز افراد نے میری خصوصی مدد کی جو میرا معتبر ماخذ ہیں اور جن کا تعارف مندرجہ ذیل ہے:

جناب علی حسین ضمیرؔ بریلوی آپ کا شمار اساتذہ بریلی میں کیا جاتا تھا سیماب اکبر آبادی کے شاگرد تھے۔ پڑھنے کا انداز پرسوز تھا۔ مشاعرے پر چھا جاتے تھے۔ حافظہ بہت اچھا تھا یادداشت کافی تیز تھی۔ ہزاروں اشعار نوک زبان پر تھے سیکڑوں واقعات جزئیاتی تفصیل کے ساتھ یاد تھے میرے ہم محلہ اور کرم فرما تھے مجھے ان سے بہت معلومات ہمدست ہوئیں جو بعد کو تحقیقی کڑیاں ملانے کے بعد زیادہ تر صحیح ثابت ہوئیں اٹھتر (۷۸) سال کی عمر میں ۱۹۶۷ء کو فوت ہو گئے۔

جناب چودھری اشتیاق احمد بریلوی شمسی برادری بریلی کے چودھری، سوشل ریفارمر اور میونسپل کمشنر تھے۔ پرانے دور کے تعلیم یافتہ، مہذب، باوضع اور ادب نواز انسان تھے۔ میرے نانا سید اسحٰق علی صاحب (المتوفی ۱۹۳۶ء) کے دوستوں میں تھے اور اسی نسبت کی وجہ سے مجھ پر شفقت فرماتے تھے۔ بریلی کی ادبی سرگرمیوں کے پارکھ تھے اور اشعار و واقعات نہایت صحت کے ساتھ سناتے تھے۔ کبھی کبھی اہم کتب بھی دے جاتے تھے۔ میں نے آپ کی پیش کردہ معلومات سے بہت استفادہ کیا۔ میری تحریر کو تنقیدی

نظر سے دیکھ کر اظہار رائے بھی کرتے تھے آپ نے ستاسی برس کی عمر پائی اور ۱۹۷۱ء میں فوت ہوئے۔

مقدمہ:

یہ تھے وہ ثقہ ذرائع جو حصولِ معلومات کی بنیاد بنے یہ تفصیل اور مزید براں وہ حوالے جو جگہ بہ جگہ قارئین ملاحظہ فرمائیں گے ان حوالوں کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ ان کے پیشِ نظر میری اس کوشش کے متعلق جو زیرِ نظر تالیف کی شکل میں ہمدست ہے قارئین ایک اندازہ قائم کر سکیں کہ یہ صحت و ثقاہت کی کس منزل میں ہے۔

سید لطیف حسین ادیب

آزاد، نام شیخ امیرالدین شاگرد میر غلام علی عشرتؔ بریلوی (م ۱۸۲۱ء) ساکن محلہ ذخیرہ بریلی۔ سادات امروہہ کے معروف شعرا مثلاً مولوی قاسم علی خواہاں بریلی اور مولوی عبدالوحید واعظ بریلوی ان کے حلقۂ تلامذہ میں شامل تھے فارسی زبان وادب کے جیّد عالم تھے انھوں نے بریلی کے مشہور قصیدہ نگار غزل گو اور نعتیہ شاعر نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی (م ۱۸۹۲ء) کو فارسی پڑھائی تھی۔ وہ نواب عطا حسین خاں عطاؔ بن نواب عظمت علی بےخبرؔ کمبوہ رئیس بریلی کے خوان کرم کے زلہ ربا تھے۔ یہ وہی عطا حسین خاں عطاؔ ہیں جن کے یہاں کرامت علی خاں شہیدیؔ نے قیام کیا اور جن کی مدح میں ایک مثنوی لکھ کر شامل کلیات کی۔ امیرالدین آزادؔ اپنے خلف یار علی استادؔ کے ہمراہ فرخ آباد بھی گئے اور وہاں نواب عظمت علی بےخبرؔ کی سرپرستی میں قیام کیا۔ امیرالدین آزادؔ کو ناصرؔ نگینوی اور کریم الدین نے اپنے تذکرات میں شامل کیا ہے۔ ناصرؔ نگینوی نے آزادؔ کو "شاعر خوش اعتقاد" تحریر کیا ہے آزادؔ کی جن تصنیفات کا علم ہو چکا ہے ان کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مثنوی عشق صادق۔ مطبوعہ نظامی پریس کانپور، ۱۳۰۱ ہجری مطابق ۱۸۸۳، ۱۸۸۴ء۔

واسوخت آزاد۔ مشمولہ مجموعہ واسوخت مرتبہ منشی فدا علی۔ ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۱۸۶۸/۱۸۶۹ء۔

مرثیہ رحیم بخش (قلمی) مملوکہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔

بیاض قلمی مشتمل بہ کلام فارسی واردو۔ مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ ۱۸۲۹ء۔

دو دواوین قلمی چہار جلد مملوکہ سید تعظیم علی نقوی کراچی۔

امیرالدین آزادؔ نے بریلی میں لکھنوی طرز شاعری کو فروغ بخشا۔ وہ بریلی میں

اردو شاعری کے "باوا آدم" کہلاتے ہیں ان کی وفات ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء/۱۸۶۸ء کو ہوئی۔ نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی نے "بہشت بریں کا ہے آزاد مرد" (۱۲۸۴ھ) سے تاریخ وفات برآمد کی۔

نعت

بجائے کعبہ ہے محراب ابروے محمد کا
ہوا واجب طواف اس کو سر کوے محمد کا

ہلال عید ایک پرتو ہے ابروے محمد کا
بھرا ہے نور مہر و مہ میں ابروے محمد کا

اٹھایا دوش پر بارِ گناہِ امتِ عاصی
ہے زورِ دستِ قدرت زور بازوے محمد کا

اگر ہے کان کن گیسو تو نوں ہے حلقہ گیسو
سرِ مو وصف ہو سکتا نہیں موے محمد کا

کیا وردِ درود اس واسطے سکان جنت نے
بسا ہے جنت الفردوس خوشبوے محمد کا

سنا میں نے تو اتر کاتبِ اعمال نیک و بد
لکھے گا نام نیکوں میں ثنا گوے محمد کا

مجال انساں کی کیا ہے کہ ہو مداح حضرت کا
کلام اللہ جب ناطق ہوا خوے محمد کا

ورق پتوں کے ہیں موجود اور بجائے قلم شاخیں
لکھے گا وصف طوبیٰ سرو دل جوے محمد کا

خطا ہے گر کہوں مشکِ ختن کو میں کہ اصلی ہے
غبار اس میں ہوا آمیز گیسوے محمد کا
ستونِ نرم دل رو یا بہت دردِ جدائی سے
ہوا اعجاز ظاہر پشت و پہلوے محمد کا
پہنچ آزادؔ مردانہ بقول حضرت کافیؔ[1]
لقب ہے جنّت الماوی سر کوے محمد کا

—۵—

[1] مولانا کفایت علی کافیؔ مراد آبادی شہید جنگ آزادی ۱۸۵۸ء شمالی ہند کے بڑے نعت گو اور عالم دین۔

ماخذ:

طبقات الشعرائے ہند (قلمی) کریم الدین۔ رضا لائبریری رامپور۔
تذکرہ خوش معرکہ زیبا۔ ناصر نگینوی۔ مرتبہ مشفق خواجہ۔ ۱۹۷۰ء۔
تاریخ فرخ آباد (قلمی) ولی اللہ۔ رضا لائبریری رامپور۔
حیات حافظ رحمت خاں۔ الطاف علی بریلوی۔ نظامی پریس بدایوں ۱۹۳۶ء
آئینۂ مغفرت۔ ۱۸۹۸ء مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔
بیاض قلمی مشتمل بہ کلام امیر الدین آزاد۔ ۱۸۲۹ء۔ مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب
میر غلام علی عشرت بریلوی۔ ڈاکٹر احمد سجاد۔ رانچی۔ ۱۹۷۸ء۔
مقالہ امیر الدین آزاد اور ان کا کلام۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڑھ۔ نومبر ۱۹۶۷ء۔

احسنؔ نام سید احسان علی۔
تلمیذ مرزا عباس بیگ عباسؔ و نادرؔ بریلوی (متوفی ۱۸۵۷ء)
حالات زندگی پردہ خفا میں ہیں۔ محلہ ذخیرہ میں رہتے تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور نعت گو تھے "عالم شعر و سخن" اور نکتہ شناس" کہلاتے تھے انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر کا زمانہ پایا۔
مشہور نعت گو لطف علی خاں بریلوی اور سید مہربان علی فرحاںؔ بریلوی ان کے شاگرد تھے۔

نعت

بیت ابرو کی صفت رو برو ہر آن رہے
مطلع نام محمدؐ سر دیوان رہے
جب تلک سانس رہے سینہ میں اور جان رہے
نام احمدؐ پہ دل و جان سے قربان رہے
ہاتھ پہنچا نہ نبی ہائے ترے دامن تک
حلقہ زن ہم تو سدا شکلِ گریبان رہے
صورتِ پاک کا جائے نہ تصور دل سے
درمیاں کعبہ کے موجود یہ قرآن رہے
جان جب نکلے ترا نام زباں پر ہووے
التجا یہ ہے کہ قائم مرا ادسان رہے
آہ کے ساتھ پڑھے کلمہ طیبہ ہر دم
دل سے لازم ہے کہ انسان مسلمان رہے

از ازل تا بہ ابد ہے یہ دعا احسنؔ کی
بادشاہی تری اے دین کے سلطان رہے

○

حوالہ:

(آئینۂ مغفرت (۱۸۹۸ء) - ص ۱۱)

احسانؔ، نام محمد احسان۔

بیٹے گیسو نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء)۔
مرید حاجی محمد شیر میاںؒ قادری نقشبندی معروف بہ شاہ جی میاں
پیلی بھیتی (متوفی ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱/۱۹۰۲ء)۔

مرید عبادت بپردۂ خفا میں ہیں۔
نعت گوئی میں شہرت پائی۔ اپنے پیش روؤں کی طرح تخییل طراز
اور مضمون آفریں معلوم ہوتے ہیں۔

نعت

جو نبی راہِ ہدایت ہم کو دکھلاتے نہیں
ہم کسی صورت سے راہِ راست پر آتے نہیں

آتے تھے ذرات جو زیرِ کفِ پائے نبی
کب بھلا وہ غیرتِ خورشید بن جاتے نہیں

ہم ہوائے شوق سے جاتے ہیں اڑ کر اس جگہ
طائرِ سدرہ بھی جس جا پر کبھی جاتے نہیں

ہم کو ہر آفت سے ہو کیونکر نہ وہ حفظِ حصیں
اہلِ طیبہ کے سوا ہم اور جا پاتے نہیں

لامکاں پر حق کے بلوائے ہوئے جاتے تھے شاہ
کس طرح عرشِ معلیٰ سے گذر جاتے نہیں

اِک ذرا ادنیٰ توجہ میں محمد شیر پیرؒ
کون سا طالب ہے حق تک جس کو پہنچاتے نہیں

سنبلِ گیسوئے شہ سے کب خجل احساں نہیں
کب رُخِ انور سے ماہ و مہر شرماتے نہیں

○

۱؎ حاجی محمد شیر میاںؒ المعروف بہ شاہ جی میاںؒ پیلی بھیتی قادری نقشبندی المتوفی ۱۹۰۶ء)

ماخذ:

آئینہ مغفرت۔ ص ۱۴۳

آثمؔ، نام حضور احمد خاں۔

اجداد میں ایک بزرگ جناب نجف خاں بزمانۂ شاہجہاں۔ (۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء) بریلی تشریف لائے۔ والد کا نام جعفر خاں تھا۔

محلہ ذخیرہ بریلی میں گھیر جعفر خاں ان کے نام سے موسوم ہے کاروبار کلکتہ میں تھا کچھ وقت وہاں بھی گزرا۔

بعدہٗ مدرسہ مصباح العلوم بریلی میں مدرسی اختیار کی۔ تاحیات وہ اس پیشہ سے منسلک رہے۔

ابتدا میں نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء) کے شاگرد

ہوئے۔ بعد کو امیر مینائی (متوفی ۱۹۰۰ء) کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ نعت سے زیادہ دلچسپی تھی۔ پختہ کار، نکتہ داں و نکتہ سنج تھے۔ نعتیہ کلام "منظور حق" (۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶/۱۸۸۷ء) مطبع نظامی کانپور میں ۱۸۸۹ء کو چھپا تھا۔ اس میں نعتیہ قصائد، خمسہ جات، مسدس، ترجیع بند وغیرہ ہیں طویل عمر پائی۔ ۱۹۴۵ء میں فوت ہوئے۔

شہر بریلی کے برگزیدہ شعراء میں شمار کیے جاتے تھے۔

نعت

شرمندہ نقش پانے کیا ماہتاب کو
بے نور دے شہ نے کیا آفتاب کو

شیدائے مصطفےٰ ہوں مرا شغل نعت ہے
کچھ جانتا نہیں ہیں عذاب و ثواب کو

رونے سے تنگ آکے دعا مانگتا ہوں یہ
اب دیکھوں خواب ہی میں بھی شہ چشم پر آب کو

اس مے کا بعدِ مرگ بھی باقی رہے خمار
زاہد سے بھی کہو کہ پیئے اس شراب کو

لوٹے مزے وہ خلد میں جاکر نہ کس طرح
عشق نبی میں کھوئے جو اپنی شراب کو

اللہ ری شان شاہ تو جائیں خدا کے پاس
تاب آگے بڑھنے کی نہ رہے ہم رکاب کو

تا مرگ جسم اقدس کا معطر ہو جو ملے
نسبت نہیں پسینے سے کچھ بھی گلاب کو

بہہ جائے پانی ہو کے یقیں ہے دو کاں سے
پارہ بھی دیکھ لے جو مرے اضطراب کو

عاشق رسولِ حق کے نکیرین ہم تو ہیں
کچھ بھی نہیں سمجھتے سوال و جواب کو

آثم کی آرزو ہے یہ اے رشکِ ماہ و مہر
دکھلا دے کبھی تو رُخِ بے نقاب کو

ماخذ:
منظور حق مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب
حالات جو اہلِ خاندان بتاتے ہیں۔
خمخانہ جاوید۔ جلد ۱۔ ص ۱۱۰

اشفاق: نام محمد اشفاق علی۔
صاحب علم و فضل۔ طبیب اور با اعتبار پیشہ وکیل عدالت بریلی۔
شاگرد نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء)
نعت گوئی میں شہرت پائی۔
بڑے بوڑھے ان کا ذکر احترام و عقیدت سے کرتے تھے۔

نعت

لکھوں کس طرح نعتِ مصطفےٰ کیا میرا رتبہ ہے
خدا قرآں میں تعریف ان کی آپ کرتا ہے

مزارِ احمدِ مرسل پہ پہنچوں وہ بھی دن آ ئے
یہی ہے آرزو دل کی، یہی میری تمنّا ہے

شبیہ پاکِ احمدؐ سامنے ہو جان جب نکلے
الٰہی میری آنکھوں کی یہی تجھ سے تمنّا ہے

زباں پر نزع میں کلمہ ہو دل میں یادِ احمدؐ ہو
اسی پر خاتمہ میرا ہو یارب یہ تمنّا ہے

برے اعمال ہیں اشفاق کے کچھ شک نہیں اسمیں
شفیع للمذنبیں ہے ذاتِ حضرت یہ سہارا ہے

—o—

ماخذ:

گلدستۂ کمال دہلی - جنوری ۱۹۱۲ء
آئینۂ مغفرت۔ ص ۲۴

احمدؔ: نام احمد یار بیگ۔
عرفیت حکیم مسیت، ساکن قصائی ٹولہ شہر کہنہ بریلی۔
پسر مرزا رستم یار بیگ فہیم بریلوی (متوفی ۱۹۲۶ء)

علم و فضل سے آراستہ، طبیب حاذق، فنِ شعر پر حاوی، بے حد زود گو درجنوں شعرا نے اکتساب فیض کیا۔ محفل جمی ہوئی ہے اور وہ شعر کہہ رہے ہیں حقّے کی نے منہ میں ہے۔ تلامذہ و متوسلین شعر لکھ رہے ہیں محفل تمام ہوئی۔ آپس میں شعر بانٹ لیے گیے۔ خود ان کے حصّے میں بھرتی کے شعر آئے!

ایسے میں کلام کیا محفوظ رہتا۔ جو بیاضیں بچ رہی تھیں وہ بھی تلف ہو گیئیں۔ غنیمت ہے گلدستوں میں کلام چھپواتے رہتے تھے جن سے کلام شعر ہمدست ہوا۔

طبیعت جدت پسند تھی۔ جدت کو پرِ پرواز علم و فضل نے عطا کیے تھے۔ بہتر اشعار تو شاگرد و متوسلین لے گئے۔ جو اشعار ان کے حصّے میں آئے ان کے نوک پلک درست کرنے کا کبھی موقع نہ ملا۔ مزاج درویشانہ تھا شعر کہتے تھے مگر اس کے رکھنے سے آزاد رہے کلام شعر جمع نہیں گیا۔ اب نہ وہ ہیں، نہ ان کی محفل، نہ ان کے شاگرد و متوسلین زندہ ہیں اور نہ ان کا کلام شعر دستیاب ہے۔ رہے نام اللہ کا میں نے معمّر شعرا کی زبانی ان کے واقعات سنے تھے وہ سب بھی اللہ کو پیارے ہو گیے۔ میں نے ان کا کلام گلدستہ کمال دہلی، نہال سخن بریلی، شکوہ یار بجنور وغیرہ سے جمع کیا تھا۔ جو میرے پاس محفوظ ہے۔

ان کی وفات بعمر ۷۰ سال ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔

نعت

بیکس کے مددگار خدا ہیں فقرا کے
ہمدرد کسے درماں مشغل فقرا کے

ہم ان کے طلب گار ہیں یا دل کی رضا کے
اللہ کے محمد کے محمد کے خدا کے

دیکھو تو مراتب شہِ لولاک لما کے
کلمہ میں اطاعت میں ہیں ہمراہ خدا کے

مولا وہ اسی وجہ سے کونین کے ٹھیرے
ہر امر کے والی ہیں وہی بعد خدا کے

بخشش کی یہ حالت کہ سراپا ہوئے بخشش
یہ جود کی صورت کہ شہنشاہ عطا کے

وہ دستِ مبارک جنھیں کہتے ہیں یداللہ
چشمے بھی دونوں ہوئے دریائے عطا کے

استاد ہر استاد کے وہ معلم خدا ہیں
ہادی وہی رہبر وہی ہر راہنما کے

اسرارِ خدا کے ہیں وہی جاننے والے
کیا سمجھے کوئی ان کو بجز ذاتِ خدا کے

ہر قسم کا ہے قربِ الٰہی انھیں حاصل
معنی بھی ہوتے ہیں فقط لفظِ دعا کے

جو دید شہنشاہِ دو عالم کے ہیں خواہاں
طالب وہی خوش بخت ہیں دیدارِ خدا کے

احمدؔ تو ایمان کی ہوتی ہے رفاقت
اللہ رکھے ساتھ ہیں ان کے رفقا کے

امینؔ، نام محمد امیر الدین۔
خاندانی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔
سید مہربان علی فرحاںؔ بریلوی تلمیذ خواجہ آتشؔ لکھنوی (متوفی ۱۸۴۷ء)
کے شاگرد تھے۔

نعت

یہ کس گُل کی سب کو چمن میں خوشی ہے
کہ ہیں بلبلیں خوش کھِلی ہر کلی ہے
خبر جس کی آمد کی عیسیٰ نے دی ہے
یہی وہ محمدؐ نبی ہاشمی ہے
نہیں اور کچھ ذکر وقتِ ولادت
زباں پر مگر اُمتی اُمتی ہے
درود ان ہزاروں ملک کے ہیں لب پر
عجب شادمانی کی نوبت بجی ہے
جو نکلے نبی تو صدا ہر طرف تھی
جواں پر فدا ہے وہی جنتی ہے
خبر کس کے آنے کی ہے سوئے جنت
کہ حوروں میں اب دھوم شادی رچی ہے
امینؔ تو نہ کر فکر روزِ جزا کی
شفیع الوریٰ خاص تیرا نبی ہے

-○-

ماخذ: آئینۂ مغفرت۔ ص ۴۳

ایوبؔ، نام سید ایوب علی۔

والد کا نام میر شجاعت علی المتخلص بہ خنداںؔ گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں استاد فارسی تھے۔ نغز گو شاعر تھے۔ ساکن محلہ بہاری پور کسگران بریلی۔ سید فضل غوث ساقیؔ، حکیم عبدالصمد سرشارؔ اور حکیم عزیز غوث آپ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) آپ کے ہم محلہ تھے۔ آپ رضوی کتب خانہ کے مہتمم تھے یہی بسر اوقات کا ذریعہ تھا۔ رضوی کتب خانہ رضوی منزل میں تھا جو ڈھال بہاری پور کے متصل ہے۔

آپ مکتبہ اہل سنت والجماعت بریلی کی مطبوعہ کتب کی تجارت کے سلسلے میں لاہور بھی گئے اور وہاں قیام فرمایا۔

آپ سلسلۂ طریقت میں جناب مولوی احمد رضا خاںؒ (متوفی ۱۹۲۱ء) سے بیعت ہوئے ان کو اپنے پیر طریقت سے عشق تھا اور ان کے مسلک کے پرجوش حامی تھے۔

آپ بے حد متقی و متورع تھے۔ بار بار حج بیت اللہ شریف کیا۔ عملاً صابر، شاکر، متوکل اور خلوت پسند تھے غرباء و مساکین سے محبت کرتے تھے۔ تقسیم وطن کے بعد لاہور چلے گئے۔ لاہور میں ۲۱ر رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ ۱۱ر نومبر ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔ ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے آپ کی یادگار ہیں صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی صاحبزادی محترمہ شمیم فاطمہ ویمنس کالج لاہور میں عربی و اسلامیات کی پروفیسر ہیں۔

آپ نے اپنے پیر کے اتباع میں صرف کلام نعت سے شغف رکھا، اپنے کلام پر اپنے پیر سے ہی اصلاح لی۔ شخصی کردار اور صحبت صالح نے آپ کے کلام نعت کو جلا بخشی۔ آپ کی نعت میں سرشاری و شگفتگی ملتی ہے جو بڑے

نعت گویان کے کلام کا امتیاز خاص ہے۔

نعت

عمر بھر گلشن عالم کی ہوا کھائی ہے
اب تو صحرائے مدینہ کی فضا بھائی ہے
کس نے اس بعثتِ یکتا کا جتایا احسان
اس کما نے ہاں اس نے جسے دعویِ یکتائی ہے
واں اگر حضرت یوسف نے صباحت پائی
یاں ملاحت میں فزوں جلوۂ زیبائی ہے
جب شفاعت کا شہا آپ کے سر ہے سہرا
پھر تو ہم جیسے گنہگاروں کی بن آئی ہے
نیرِ چرخ رسالت کے اُجالے آجا
ظلمتِ کفر کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے
دل غمگاروں پہ نمک پاش ہیں اعدائے لعیں
اے حبیبِ عربی آیئے تنہائی ہے
ایک ہم ہیں کہ زیارت کو ترستے ہیں حضور
ایک وہ ہیں کہ شب و روز جبیں سائی ہے
تیرے صانع کو دکھاتی ہے تری شانِ رفیع
بخدا اس لیے یہ انجمن آرائی ہے
تشنہ کامانِ زیارت پہ کرم ہو ساقی
دور افتادوں میں ایوب تمنائی ہے

ماخذ۔

جناب سید ایوب علی رضوی میری والدہ محترمہ کے حقیقی ماموں تھے۔ لہذا متذکرہ حالات میری ذاتی واقفیت پر مبنی ہیں۔ نعت گلدستہ نعت بریلی (۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء) سے اخذ کی گئی ہے۔

اُمیدؔ، نام عتیق اللہ خاں۔

والد ماجد کا نام حمید اللہ خاں المتخلص بہ حمیدؔ۔ نبیرہ جناب مولوی احمد رضا خاںؒ ساکن چک محمود شہر کہنہ بریلی۔ علوم مشرقیہ سے بہرہ ور، تہذیب آشنا اور رکھ رکھاؤ سے واقف قدر سے تند حس اور صاف گو۔

شاعری ورثہ میں ملی۔ مرزا احمد یار بیگ احمدؔ کی صحبت فیض اثر سے دو آتشہ بنے۔ تلمذ شفیع الدین خواجہ بریلوی (متوفی ۱۹۴۶ء) کا اختیار کیا بعد کو بریلی کے سن رسیدہ اور معروف استاد علی حسین ضمیرؔ (متوفی ۱۹۶۸ء) کی صحبت اختیار کی۔ بریلی میں ایک نظم نگار کی حیثیت سے معروف تھے۔

ان کی تصانیف کی تفصیل یہ ہے:

سات مجموعے نظمیات کے ۱۔ تسنیم و کوثر ۲۔ رباب و شباب ۳۔ رنگ و آہنگ ۴۔ بربط و طاؤس ۵۔ سوز و اضطراب ۶۔ موج و گرداب ۷۔ چنگ و رباب۔

ایک مجموعہ قطعات یعنی جل ترنگ۔ ایک مجموعہ منظومات متفرقہ موسومہ بہ فکر و نظر۔ ایک دیوان غزلیات موسومہ بہ نغمہ و ساز۔

پانچ ناول ۱۔ ایثار ۲۔ اور تارے ڈوب گئے ۳۔ چراغ جل اٹھے۔ ۴۔ بازاری پھول ۵۔ پیاس یہ تمام سرمایہ غیر مطبوعہ رہا۔ مجلد قلمی نسخے ان کے خاندان میں محفوظ ہیں۔

عمر کے آخری دور میں اہلسنت والجماعت بریلی کے حامی جریدے "نوری کرن"
کے مدیر تھے۔ ان کے اداریوں سے ان کے زورِ قلم کا اندازہ ہوتا ہے۔
میرے کرم فرما تھے میں نے ان کے حالات ذاتی واقفیت پر تحریر کیے ہیں
تصنیفات کی فہرست مولوی تحسین رضا خاں بھتیجو مولوی حسن رضا خاں
حسن بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) نے فراہم کی۔ نعت کا انتخاب "قبالۂ جنت"
ص ۳۴ سے کیا ہے:
امید رضوی ۳؍ شوال بروز اتوار ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۴؍ جنوری ۱۹۶۷ء کو
فوت ہوئے۔

نعت

وہ عالم دیکھا ہوگا تو نے کیونکر دیکھنے والے
کوئی پردے میں تھا جب جلوہ گستر دیکھنے والے

تیری نظروں نے نظارہ کیا ہے عرشِ اعظم کا
سنہری جالیوں کا خاص منظر دیکھنے والے

خدا ہی جانے کیسی دلکشی ہے سبز گنبد میں
اسی کو دیکھے جاتے ہیں برابر دیکھنے والے

زیارت کے ہیں قابل وہ نگاہیں جن نگاہوں سے
نظر آیا تجھے اللہ کا گھر دیکھنے والے

فضائے خلد ہے تیری تری جاگیر ہے جنت
مدینے کی بہشتِ روح پرور دیکھنے والے

مبارک تا ابد تجھ کو کیاریاں ہشت جنت کی
چراغ و مسجد و محراب و منبر دیکھنے والے

تری نظر والے نے دیکھی ہیں فضائیں ارضِ طیبہ کی
تجھے حاصل ہوا ہے قربِ سرور دیکھنے والے
وہ منظر جب سنہری جالیاں تھیں تیرے ہاتھوں میں
بڑا دلکش تھا وہ تحریر منظر دیکھنے والے
ترے رخ سے چھلکتی ہیں ضیائیں ماہِ طیبہ کی
ہیں تجھ کو دیکھ کر حیران و ششدر دیکھنے والے
مبارک دیکھنا تجھ کو حریمِ ساقیٔ کوثر
ترا حصہ بھی اب تسنیم و کوثر دیکھنے والے
وہ کعبہ اور وہ کعبہ کا کعبہ اے تعالیٰ اللہ
مقام ہوگا وہ کیا اللہ اکبر دیکھنے والے
انھیں قدموں نے چوما ہے دیارِ ارضِ طیبہ کو
ارے رکھ لے انھیں قدموں کو سر پر دیکھنے والے
ہوئی تھی باریابی جب تمھیں دربارِ عالی میں
وہیں پر تھا ہمارا قلبِ مضطر دیکھنے والے
بڑی تقدیر والے ہیں بڑی تقدیر ہے ان کی
قسم اللہ کی کوئے پیمبر دیکھنے والے
نہ دیکھ امیدؔ کو میدانِ محشر کی فضاؤں میں
ملے گا وہ قریبِ حوضِ کوثر دیکھنے والے

—٥—

بسملؔ نام شاکر علی، اسم تاریخی غلام بسم اللہ (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء)
والد کا نام سرفراز علی، قوم کمبوہ، سررشتہ دار کلکٹریٹ۔
پیدائش میرٹھ میں، تعلیم و تربیت مارہرہ میں اور ملازمت و سکونت بریلی میں رہی۔ ناظر عدالت مفتی سلطان حسن خاں احسنؔ۔ (متوفی ۱۸۸۲ء) مفتی صاحب سے ہی عربی پڑھی۔ دونوں ایک ہی تاریخ میں غالبؔ کے شاگرد ہوئے۔
سلسلۂ طریقت میں حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ دو بار حج کیا۔
آپ کا کلام فراہم نہیں ہوتا۔
آپ کی حیات میں ہی بوجہ آتش زدگی آپ کا سرمایہ کتب و کلام ضائع ہو گیا تھا۔
ایک مختصر مجموعۂ نعت " نالۂ بسملؔ" کے نام سے چھپا تھا۔
مگر وہ بھی نایاب ہے۔
مفتی سلطان حسن کے نبیرہ مفتی صابر حسن شیواؔ عثمانی متوفی (۱۹۷۶ء) سے ایک نعت کے تین اشعار فراہم ہوئے جو بطور ہدیۂ تبریک پیش کئے جاتے ہیں۔
بسملؔ کا انتقال ۱۸۹۸ء میں ہوا۔

نعت

مثالِ بید مضموں کانپتا ہوں خوفِ عصیاں سے
خیالِ روزِ محشر سامنا ہے روزِ محشر کا
غلامِ خاص ہوں روزِ جزا مجھ کو یہ دعویٰ ہے
حالِ خستہ جاں سے بانٹ لوں حصہ سے کیا
نہ روکے مجھ کو رضواں حکم ہو دربارِ عالی سے
ثنا خواں ہوں علی و فاطمہ شبیرؑ و شبرؑ کا

—o—

ندہ غالب - مالک رام ص ۸۴/۹۴

بسمل کے نبیرہ جناب عبدالقادر مرحوم اور سفینان کے ایک برگزیدہ شاعر جناب شیوا عثمانی مرحوم سے بھی بعض معلومات دستیاب ہوئیں،،

بیدلؔ نام محمد علی۔

پیشہ طبیب۔

شاگرد مولوی قاسم علی خواہاںؔ بریلوی (متوفی ۱۹۳۸ء)

مزید حالات بہ دست نہیں ہوئے۔

نعت

نعت حضرت روزِ محشر ہم سناتے جائیں گے
اوج کہ اخلاقِ انس وجاں سے پاتے جائیں گے
روزِ محشر مورچھل نورِ خدا کا جبرئیل
تاجِ فرقِ شاہِ والا پہ ہلاتے جائیں گے
حشر میں جب اُمّتِ احمد کو ہوگی تشنگی
جامِ کوثر ساقیِ کوثر پلاتے جائیں گے
فاطمہ شبیر و شبر اور علی مرتضیٰ
گرمیِ دوزخ سے اُمّت کو بچاتے جائیں گے
حشر کے دن وہ گنہگاروں کے جرم و معصیت
سایۂ دامانِ رحمت میں چھپاتے جائیں گے
واہ رے عزّ و شرف محشر میں جبریلِ امیں
خود بلا کر اُمّتِ احمد کو لاتے جائیں گے
حشر کے دن وہ گنہگارانِ اُمّت کے گناہ
خالقِ اکبر سے رو رو بخشواتے جائیں گے
سعیدِ دل خستہ مدینے جانے کی نوبت تو ہو
ضربِ الا اللہ کا ڈنکا لگاتے جائیں گے

-٥-

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ١٩

بوالحسن، نام سید ابوالحسن۔
شاگرد مرزا رستم یار بیگ قیصر بریلوی (متوفی ۱۹۲۶ء)
حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

نعت

جدا رہنا نہیں مجھ کو گوارا یا رسول اللہ
دکھا دو جلوہ تم اپنا خدارا یا رسول اللہ

نہایت شوق ہے مجھ کو جمالِ روے انور کا
نہیں ہے کوئی بڑھ کے تم سے پیارا یا رسول اللہ

نکالو پنجۂ غم سے مجھے میں سخت حیراں ہوں
ابھی ہو روے انور کا نظارہ یا رسول اللہ

پہنچ جاؤں مدینے کو تمنا ہے یہی میری
کہیں دریاے غم سے ہو کنارا یا رسول اللہ

نہ ہو تاخیر کچھ مجھ کو مدینے کے پہنچنے میں
اگر ہو آپ کا کچھ بھی اشارہ یا رسول اللہ

تمنا ہے یہی تم سے مری ہر وقت ہر ساعت
پلا دو جام وحدت کا خدارا یا رسول اللہ

کوئی ہے زہد پر کوئی عبادت پر ہوا نازاں
تمہارا مجھ کو کافی ہے سہارا یا رسول اللہ

تمہیں ہو شافعِ محشر تمہیں ہو مخلصی داور
تمہیں حق نے بنایا اپنا پیارا یا رسول اللہ

مدینے میں بلا دو یا شہنشاہِ جہاں مجھ کو
نہیں ہے اس جگہ پر اگزارا یا رسول اللہؐ
نکالو بوالحسنؔ کو جلد تر دریائے حرماں سے
کہ اس کو آسرا ہے بس تمہارا یا رسول اللہؐ

-۵-

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ۔ ص ۲۱

بدرؔ، نام محمد مبین۔
والد کا نام حاجی محمد یٰسین۔ ساکن قدیمی پل قاضی بریلی، ساکن حال محلہ سرائے پختہ گلی میر تقیؔ (چھوٹا دروازہ) بریلی۔
پیدائش ۱۹۳۰ء۔ تعلیم منشی تک۔ تجارت پیشہ۔ متواضع و با اخلاق۔ شعر و شاعری سے فطری مناسبت۔ طبیعت مائل بہ جدت نعت گوئی سے ذوق رکھتے ہیں۔ ایک دیوان نعت بھی مرتب کر لیا ہے جو منتظرِ طباعت ہے۔
تلمیذ شفیق احمد عشرت بریلوی میرے کرم فرما ہیں

نعت

دونوں عالم کی متاعِ خسروی اچھی نہیں
ان کے غم کے سامنے کوئی خوشی اچھی نہیں

سوزِ عشقِ مصطفےٰ ہے یہ بے خودی اچھی نہیں
آگ ہو دل میں تو آنکھوں میں نمی اچھی نہیں

ہو نہ شامِ منزلِ طیبہ اگر تقدیر میں
کتنی ہی روشن ہو صبحِ زندگی اچھی نہیں

دور ہے مجھ سے مدینہ میں مدینہ سے ہوں دور
اے بنائے زندگی یہ زندگی اچھی نہیں

دونوں رخ ہیں نور ساماں ان کا چہرہ ہو کہ پشت
اب یہ کہہ سکتا ہے کوئی دورخی اچھی نہیں

ان کی کالی کالی زلفوں کے تصور کے نثار
کون کہتا ہے مری تیرہ شبی اچھی نہیں

ان تبسم ریز ہونٹوں کے مقابل ہو اگر
باغِ امکاں کی کوئی نورس کلی اچھی نہیں

مانگنا ہو بھیک جن کو ان کے در سے مانگ لے
دربدر کی ورنہ دریوزہ گری اچھی نہیں

یادِ محبوبِ خدا ہے اصل میں روحِ حیات
بھولنے والے نہیں یہ خودکشی اچھی نہیں

یہ تو اچھا ہے کہ کٹ جائے متاعِ زندگی
دولتِ عشقِ شہِ دیں میں کمی اچھی نہیں

بے خودِ یادِ شہ والا جو ہو تقدیر سے
بدر اس کی بے خودی سے آگہی اچھی نہیں

-٥-

ماخذ: حالات و کلام بدر صاحب ہی نے فراہم کیے۔

تحسینؔ، نام تحسین رضا خاں۔

مولوی حسنین رضا خاں کے پسر اور مولانا حسن رضا خاں حسنؔؒ کے نبیرہ۔ ساکن محلہ کانکر ٹولہ شہر کہنہ بریلی۔

پیدائش ۱۹۳۰ء۔ ابتداً قرآن ناظرہ پڑھا۔ اس کے بعد مکتب میں بٹھائے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر عربی و فارسی کی تحصیل کی۔ امتحانات الٰہ آباد بورڈ سے پاس کیے۔ درس نظامی کی تکمیل کی اور مدرسہ مظہر اسلام میں مدرس ہو گئے بعدہٗ مدرسہ مظہر اسلام میں صدر مدرس کا عہدہ سنبھالا۔ آج کل مدرسہ نوریہ۔ باقر گنج بریلی کے صدر مدرس ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں مولوی سردار علی خاں اعلیٰ معقولی ہونے کے ساتھ ہی اچھے سخن شناس بھی تھے۔ آپ نے ابتدائی اشعار نعت اپنے استاد کو سنائے۔ استاد نے اشعار پسند فرمائے اور ہمت بڑھائی۔ بعد کو چند نعتیہ مشاعروں میں شرکت کی جن میں آپ کے کلام نعت کو پسند کیا گیا۔ آپ شعر کہنے لگے اپنے ذوق کو ہی رہنما بنایا اور استادی و شاگردی کے بکھیڑے سے آزاد ہو گئے۔

فراوانی علم و فضل، کثرت مطالعہ، ذوق صحیح، گداز قلب اور خاندانی روایات شاعری نے آپ کی نعتیہ شاعری کو وقار اور علو بخشا ہے اور یہ وہ وقار ہے جو روش خاص ہے۔

میرے کرمفرما ہیں۔ ایک زمانے سے یاد اللہ ہے۔

نعت

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
در حقیقت تیرے دیوانوں کا جشنِ عام ہے

عظمتِ فرقِ شہ کونین کیا جانے کوئی
جس نے چومے پائے اقدس عرش اس کا نام ہے

آرہے ہیں وہ سرِ محشر شفاعت کے لئے
اب مجھے معلوم ہے جو کچھ مرا انجام ہے

تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن
ہاتھ میں تیرے عنانِ گردشِ ایام ہے

روئے انور کا تصور زلفِ مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

دل کو یہ کہہ کر رہِ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
آ گئی منزل تری بس اور دو ایک گام ہے

ساقیِ کوثر کا نام پاک ہے وردِ زباں
کون کہتا ہے کہ تحسینؔ آج تشنہ کام ہے

—٥—

جمیل، نام جمیل الرحمٰن خاں۔

والد کا نام عبدالرحمٰن خاں۔ پٹھان قندھاری۔ ساکن محلہ خواجہ قطب بریلی ابتدائی تعلیم اپنے والد عبدالرحمٰن خاں اور چچا مولوی فدا حسین خاں سے حاصل کی۔ کتب عربی و دینیات مولوی امیر اللہ، مولوی تصدق علی، مولوی جعفر علی مولوی رحم الٰہی، مولوی مقصود حسین اور مولوی ضیاء الدین پیلی بھیتی سے پڑھیں۔ دسویں درجے تک انگریزی بھی پڑھی۔ مولانا احمد رضا خاں رح کے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ میں مرید ہوئے۔

چراغ مجلس، حیات ذاکر، کفیل بخشش، علم بخشش، تحقیقات قادریہ

مخزنِ البرکات اور قبالۂ بخشش آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ کو شہرت قبالۂ بخشش (۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ - ۱۹۲۲ء) سے ملی جو آپ کے نعتیہ کلام پر مشتمل ہے فنِ شعر میں آپ شاگرد مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی کے مینے آپ کے کلام نعت کی غیر معمولی مقبولیت کے پیشِ نظر آپ کے پیرِ طریقت جناب مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ نے آپ کو "رداح الحبیب" کی سند عطا کی جو حسبِ وصیت آپ جسد کے ساتھ کفن میں رکھ کر دفن کر دی گئی۔

آپ کا انتقال بعمر ۳۹ سال ۱۹۲۵ء کو ہوا۔

مولانا حسنؔ بریلوی کے تلامذہ میں ان کا کامیاب اتباع جمیل الرحمٰن خاں جمیلؔ نے کیا۔ وہی شگفتگی و سرشاری، وہی فنائیت و خود سپردگی، وہی فصاحت و شیریں بیانی جو مولانا حسنؔ کی خصوصیات نعت ہیں، جمیلؔ کے کلام میں بھی ملتی ہیں۔

نعت

حمد ہے اس ذات کی جس نے مسلماں کر دیا
عشقِ سلطانِ جہاں سینہ میں پنہاں کر دیا
جلوۂ زیبا نے آئینہ کو حیراں کر دیا
مہر و ماہ کو ان کے تلووں نے پشیماں کر دیا
اے شہِ لولاک تیری آفرینش کے لیے
حق نے لفظِ کن سے پیدا ساز و ساماں کر دیا
ہو گئی کافور ظلمت دل منوّر ہو گیے
جس طرف بھی اس نے اپنا روئے تاباں کر دیا

93491

نعمتِ کونین دیگران کے دستِ پاک میں
دونوں عالم کو خدا نے ان کا مہماں کر دیا

یاد فرما کر قسم حق نے زمینِ پاک کی
خاک نعلِ مصطفیٰ کو تاجِ شاہاں کر دیا

گریہ و زاری نے راتوں کو تری ابرِ کرم
مثلِ گل صبحِ قیامت ہم کو خنداں کر دیا

ہے جمیلؔ قادری پہ فضل اللہ و رسول
اس کا مرشد حضرتِ احمد رضا خاںؒ کر دیا

—٥—

ماخذ:

قبالہ بخشش مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔

حالات حیات جناب حمید الرحمٰن خاں (پسر جمیل الرحمٰن خاں) سابق پیش امام جامع مسجد قلعہ بریلی، ساکن حال کراچی نے فراہم کیے۔

حیدر، نام حیدر حسین خاں۔

بن نواب حافظ یار خاں بن نواب ذوالفقار خاں بن نواب حافظ رحمت خاں رو[illegible] دنیاوی جاہ و ثروت سے اجتناب کیا۔ فقر و فاقہ اختیار کیا۔ چالیس سال دہی کا پانی پی کر مجاہدۂ نفس کیا۔ آج بھی "دہی والے میاں" کے نام سے مشہور ہیں۔ بریلی کے ایک قدیم بزرگ حضرت شاہ دانا ولی (متوفی ۱۳۳۰ء) سے روحانی نسبت حاصل تھی جیسا کہ خود بھی فرمایا ؎

خوب ہو[illegible] حال سے واقف مرشدِ دانا ہے۔ عرض حاجت تیری سرکار میں نادانی ہے

ب کا زمانہ انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ آخر کو محیط ہے۔ شعر و شاعری
سے دلچسپی رکھتے تھے۔ ایک مولود نامہ تحریر کیا تھا جس کا کوئی نسخہ فراہم نہیں
ا۔ البتہ ایک نعت "شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے" مختلف
ذرائع سے دستیاب ہو گئی۔ یہ مشہور نعت ہے جس کے دو تین اشعار ضرب المثل
چکے ہیں۔

یلی میں مقبرۂ حافظ رحمت خاں کے جنوبی دروازے کے سامنے آپ کی کچی
مرجعِ خلائق ہے۔

نعت

محمد سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

خدا و مصطفیٰ کی کنہ میں اور اک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے

محمد فی الحقیقت آفتابِ لایزالی ہے
اسی کے نور کا دونوں جہاں کو پرتو جانے

محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
اسی کو ابتدا سمجھے اسی کو انتہا جانے

وہی ہے ایک دریا اس کی موجیں دونوں عالم میں
غریقِ قلزمِ عرفاں ہو تو جب یہ ماجرا جانے

احدٔ[4] نے صورتِ احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی اس کا منتہا جانے

شب[5] و روز اس کی زلف و روئے نورانی کا سایہ ہے
وہی مفہوم واللیل اور مفادِ والضحیٰ جانے

نہ ہوئے[6] وحدتوں کو بہرہ اس مضمون سے حیدرؔ
مری رمزِ سخن البتہ وحدت آشنا جانے

—٥—

اختلافِ متن:

اصل نعت آئینۂ مغفرت سے منقول ہوئی۔ بعد کے اختلافات اس طرح ہیں۔

۱۔ "سرِ وحدت" (فرشوری)

۲۔ "اسی کو ابتدا جانے اسی کو انتہا جانے" (فرشوری)

۳۔ وہی ہے ایک دریا دونوں عالم اس کی لہریں ہیں
غرضیکہ پھر عرفاں ہووے تب یہ ماجرا جانے (فرشوری)

۴و۵۔ دونوں اشعار فرشوری نے نقل نہیں کیے۔

۶۔ "نہ ہوئے وحدتوں کو" (فرشوری)

ماخذ:

حیاتِ حافظ رحمت خاں از الطاف علی بریلوی ص ۳۴۲۔۳۴۳۔ ایڈیشن نظامی پریس بدایوں ۱۹۳۳ء۔

قصائدِ عقیدت مرتبہ مقتدیٰ احمد فرشوری (۱۹۶۶ء)

آئینۂ مغفرت (۱۸۹۸ء) ص ۲۷-۲۸

حسنؔ، نام حسن رضا خاں۔
والد ماجد کا نام مولانا نقی علی خاںؒ بڑے بھائی کا نام مولانا احمد رضا خاںؒ پیدائش ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء۔ تعلیم و تربیت والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی۔ بڑے بھائی تاحیات قوتِ بازو بنے رہے۔ شعر و شاعری سے فطری مناسبت تھی۔ ہندوستان میں داغؔ کا طوطی بول رہا تھا۔ آپ رامپور تشریف لے گئے۔ اپنے پھوپا جناب فضل حسن خاں کے مکان واقع راج دوارہ میں قیام فرمایا۔ داغؔ کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہو کر اکتساب فیض کیا۔ داغؔ اپنے شاگرد پر بہت مہربان تھے۔ "پیارے شاگرد" کہہ کر، مخاطب کرتے تھے۔
آپ نے محلہ کسگراں بریلی میں مطبع اہلسنت و جماعت قائم کیا جس میں آپ کے دواوین اور دیگر کتب نثر و نظم طبع ہوئیں۔ ایک گلدستہ مسمیٰ "بہار بے خزاں" اور ایک ہفتہ وار اخبار "روز افزوں" کے نگراں تھے۔ یہ یہ دونوں جرائد آپ کے شاگرد میر محمود علی عاشق و محمد بریلوی نکالتے تھے۔
آپ کے مطبوعہ دیوان غزل کا نام "ثمر فصاحت" اور دیوانِ کلام نعت کا نام "ذوقِ نعت" ہے ان کے علاوہ آٹھ نو رسائل و کتب اردو و فارسی مشتمل بہ کلام نثر و نظم مطبوعہ ملتی ہیں۔ ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ مثنوی، مناقب ذکر ولادت و ذکر شہادت پہ اعلیٰ منظومات تحریر کیں۔
آپ نے کلام نعت میں غزل کا رس بھرا اور فصیح البیانی کے پروں پر پرواز کی ذاتی زہد و تقویٰ، علم و فضل اور گداختگی قلب نے کلام کو حلاوت و حرارت عطا کی۔ نعت گوئی میں وہ شہرت پائی کہ باید و شاید۔ آج بھی آپ کے نعتیہ کلام کی مقبولیت میں کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ ایک اندازے کے مطابق "ذوقِ نعت" کے پچیس ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔

نعت

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دلِ بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

ادھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے
تمھاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچۂ دل صدقہ باد دامن کا
اُمیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں

تمھاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ رہگذار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضورؐ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

حسنؔ ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انھیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

—٥—

ماخذ:

میں نے مولانا حسنؔ بریلوی کے کلام نغز و نعت پر متعدد مضامین لکھے جو آستانہ زکریا ملتان، العلم کراچی اور نیا دور لکھنؤ میں طبع ہوئے۔ ایک مضمون "چند شعرائے بریلی" میں بھی شامل ہے جو اس وقت پیشِ نظر رہا۔ دیکھیے صفحہ ۱۴۱ تا صفحہ ۱۵۶

حامد، نام حامد رضا خاں۔
بن مولوی احمد رضا خاںؒ۔ پیدائش ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/ ماہ اپریل ۱۸۷۳ء
تعلیم و تربیت والد مکرم کے زیر سایہ ہوئی۔ بعمر ۱۹ سال فارغ التحصیل ہوئے
مدرسہ منظر اسلام بریلی میں درس حدیث دیا اور ۲۳ برس اپنے والد ماجد
کے جانشین رہے۔ باوقار، وجیہہ اور خوبصورت انسان تھے، ہزاروں کے
مجمع میں بیٹھے ہوں تو ناواقف بھی انگلی اٹھا کر بتا دے کہ عالم دین اور پیر
طریقت ہیں۔ بلند پایہ خطیب تھے۔ گفتگو کا انداز پُر جوش، دلنشین اور
پُر مغز تھا۔
صاحب تصنیف تھے مرزا احمد قادیانی کے خیالات کے بطلان میں مسئلہ
ختم نبوت پر ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ ایک رسالہ مسئلہ اذان پر لکھا۔ یہ
دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ملا جلال پر حاشیہ تحریر کیا جو غیر مطبوعہ
ہے مجموعہ فتاویٰ چھپ چکا ہے اپنے والد کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف
کو گئے تھے (۱۹۰۵ء) وہاں کے علماء کے مکاتیب، اسناد اور ملفوظات
وغیرہ کو یکجا کیا۔ یہ کتاب طبع نہیں ہوئی۔
سخن فہم و سخن سنج تھے آپ کا مشہور زمانہ مخمس نغمہ توحید ——

دل مرا گدگدائی رہی آرزو ٭ آنکھیں بھر بھر کے کرتی رہیں جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھکو تو ٭ نکلا اقرب جبل ورید گلو

اللہ اللہ اللہ اللہ

آپ کے شاعرانہ کمال کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنی تالیف اور فاضل
بریلوی میں لکھا ہے (ص۔) کہ حامد میاںؒ کا دیوان نعت طبع ہو چکا ہے
ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ مذکورہ دیوان کب اور کہاں چھپا کیونکہ ہم سب بھی
ان کے دیوانِ نعت کی طباعت سے ناواقف ہیں۔ نعت کا انتخاب

قبالہ جنت ص ۵۶ سے کیا گیا۔
مولانا حامد رضا خاں حامدؔ کا انتقال ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ ہجری / ۵ مئی ۱۹۴۳ عیسوی کو عین حالتِ نماز میں ہوا۔

نعت

گناہ گاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
انھیں کا منہ سب تکیں گے اس دن جو وہ کریں گے وہ کام ہوگا
دہائی سب ان کو دیتے ہوں گے انھیں کا ہر لب پہ نام ہوگا
خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی ہے ان کی مرضی خدا کی مرضی
انھیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انھیں کی مرضی پہ کام ہوگا
انا لہا کہہ کے عاصیوں کو وہ لیں گے آغوشِ مرحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو انھیں ہر اک یوں غلام ہوگا
ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان و حوض کوثر یہیں وہ عالی مقام ہوگا
اسی تمنا میں دم پڑا ہے یہی سہارا ہے زندگی کا
بلا لو مجھ کو مدینہ سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا
حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند لب پر مرے درود و سلام ہوگا

—۵—

ماخذ:
فاضل بریلوی ص ۸۷۔

تبالۂ جنت حق۔
وہ حالات جو اہلِ خاندان سے ہمدست ہوئے۔

حمید، نام حمید اللہ خاں۔
ساکن چک محمود شہر کہنہ بریلی۔
داماد مولوی حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی۔

ابتدا میں اپنے کلام پر قاضی عبدالحق زہیر بریلوی سے اصلاح وصول کی۔ بعد کو اپنے خسر جناب مولوی حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ قاضی عبدالحق زہیرؔ قاضی ٹولہ میں رہتے تھے۔ زمینداری موضع قاضیان (تحصیل بہیڑی۔ بریلی) میں تھی۔ اشعار میں تراکیب کے استعمال کو برا جانتے تھے۔ حمیدؔ نے بھی یہ خصوصیت اختیار کی اور تراکیب کا استعمال کم سے کم کیا۔ پرانے گلدستوں میں کلام چھپتا تھا ان کے صاحبزادے امیدؔ رضوی کے بقول ——————— "

"ان کے دو مبسوط دواوین تھے جو گم ہو گیے۔ ان میں ایک دیوان کلام نعت پر مشتمل تھا تاہم ان کا کچھ متفرق غیر مطبوعہ کلام ان کی صاحبزادی کے پاس محفوظ ہے ۱۹۴۳ء کے ایک گلدستہ میں ان کی نعت چھپی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سن ۱۹۴۳ء تک زندہ تھے۔

نعت

خدا نے کرم کے بھیجا احمد مختار دنیا میں
بہاریں لے کر آئے خلد کی سرکار دنیا میں

نکل جائیں کرم سے تیرے دل کے سبھی سب ارماں
مجھے بھی ان کا ہو جائے خدا دیدار دنیا میں

لگی ہیں ان کی دل بھاتے ہزاروں لاکھوں پھرتے ہیں
مدینہ بن گیا ہے مصر کا بازار دنیا میں

مزے جنت کے لوٹوں روضۂ سرکار پہ یارب
میسر ان کا کر دے سایۂ دیوار دنیا میں

بنی کیسے بنی جو رحمت اللعٰلمین ٹھہرے
نہ آیا کوئی بھی ایسا نبی غم خوار دنیا میں

بچا لینا مجھے ان نجدیوں کے مکر و فطرت سے
پڑے ایمان کے پیچھے ہیں یہ عیار دنیا میں

کوئی سائل گیا خالی نہ ان کے آستانے سے
شہنشاہِ مدینہ کا وہ ہے دربار دنیا میں

حمید ان کے درِ اقدس سے ملتی ہے مجھے روزی
کہ سب کو صدقہ دیتے ہیں مرے سرکار دنیا میں

—o—

ماخذ:

حالات جو امید رضوی اور مولوی تحسین رضا خاں سے معلوم ہوئے۔
منتخب نعت مولوی تحسین رضا خاں نے غیر مطبوعہ مجموعہ کلام سے نقل کر کے فراہم کی۔

خواہاں، نام قاسم علی۔
والد کا نام سید ولایت علی، خاندان سادات امروہہ نقی الواسطی، اولاد سید علی اکبر لکڑ والے جدامجد سید یار محمد قدس اللہ العزیز۔ بریلی میں مکان محلہ ذخیرہ متصل چاہ خرم گلی ملاّنوں والی۔ پیدائش ۱۸۴۸ء۔
پیشہ مدرسی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں ہیڈ مولوی تھے۔ ابتداً پیشہ خوش نویسی اختیار کیا تھا۔
شاعری میں امیر الدین آزاد بریلوی (متوفی ۶۸-۱۸۶۷ء) کے شاگرد تھے طویل عمر پائی۔ بڑھاپے میں فالج کا حملہ ہوا۔ دس برس صاحب فراش رہے۔ ۲۷ محرم بروز چہارشنبہ ۱۳۵۷ ہجری مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ عیسوی کو وفات پائی۔ "قدر دانِ شاعری پنہاں شدہ" (۱۳۵۷ھ) مصرعہ تاریخ وفات ہے جو آپ کے خلف سید معظم علی جویاں نے برآمد کیا۔ بعد وفات مسجد ملاّنوں والی میں مدفون ہوئے۔ پختہ قبر مع کتبے کے محفوظ ہے۔
آپ نے ایسی طویل عمر شاعری میں ہزاروں اشعار لکھے مگر کلام ہمدست نہیں ہوا۔ دیوان تو چھپا نہیں، بیاضیں کہاں گئیں یہ بھی نہیں معلوم۔ انیسویں و بیسویں صدی کے گلدستوں میں کلام چھپا جو پیشِ نظر ہے۔ بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ تلامذہ کثرت سے تھے۔ سیکڑوں اشعار ایک ہی زمین میں لکھتے اور وہ تلامذہ میں تقسیم ہو جاتے۔ ان کا جو کلام مطالعہ میں آیا اس میں استادانہ پختگی تو ضرور ہے مگر زود گوئی کا دور تک پتہ نہیں۔ دراصل ان کی عظمت اس بات میں پوشیدہ ہے کہ ان کے دم سے بریلی میں اردو شاعری کو فروغ ملا، مشاعروں کی رونق بڑھی اور ان کے فوج در فوج تلامذہ نے علم شاعری کو بلند رکھا۔

نعت

لطف جو باغِ مدینہ کا اٹھا لیتے ہیں
اپنا گھر روضۂ رضواں میں بنا لیتے ہیں
طبقِ نور ملک کرتے ہیں سر پر صدقے
واہ معراجِ نبی خوب صلا لیتے ہیں
احتیاج ان کو نہیں روشنیٔ مرقد کی
داغ دل پر غمِ حضرت کا جو کھا لیتے ہیں
جو مسلماں ہیں خاصانِ جنابِ احمدیؐ
باوضو نامِ رسولِ دوسرا لیتے ہیں
گل داغِ غمِ حضرت سے چمن ہے سینہ
دل کی سرد آہ سے ہم کارِ صبا لیتے ہیں
بیٹھنا کوچۂ حضرت کا خوش آتا ہے جنھیں
ہاتھ دنیا کی محبت سے اٹھا لیتے ہیں
درِ والا کو خدا نے یہ شرف بخشا ہے
بھیک شاہانِ جہاں بن کے گدا لیتے ہیں
آپ کے دیں میں داخل جو کوئی ہوتا ہے
عین خاصانِ الٰہی میں ملا لیتے ہیں
کشش لطفِ نبی ہوتی ہے جن لوگوں میں
قافلے والوں کو رستے ہی میں جا لیتے ہیں
آپ کا ذکر بصد شوق جو سنتے ہیں بشر
بہر دردِ دلِ بیمار دوا لیتے ہیں

پردہ پوشی ہے یہ منظور نظر اُمت کی
دامن عفو میں عصیاں کو چھپا لیتے ہیں
جن کی توفیق سے ہے چشم بصیرت روشن
آنکھ سے نام مبارک کو لگا لیتے ہیں
اڑ چلے بال و پر شوق سے طیبہ کی طرف
مشورہ دل سے یہ ہم صبح و مسا لیتے ہیں
کشش شوق نبی جن کو لیے جاتی ہے
راستہ بھر میں نہیں دم وہ ذرا لیتے ہیں
واہ رے عز و شرف روزِ ملاءِ اعلیٰ
بوسۂ روضۂ محبوب خدا لیتے ہیں
جن کو دنیا میں نہیں عشقِ نبی اے خواہاں
چھوڑ کر دین خدا جانے وہ کیا لیتے ہیں

-۵-

ماخذ :

خواہاںؔ کے خاندان میں سادات امروہہ کا شجرۂ خاندانی محفوظ تھا جو میری نظر سے گزرا اور جس سے حالات خاندان سنفار لیے گئے دیگر معلومات سن رسیدہ بزرگوں سے معلوم ہوئے۔ نعت کا انتخاب آئینۂ مغفرت (مخ) سے کیا گیا۔ آخر میں جناب سید تعظیم علی نقوی مقیم حال کراچی نے بعض حالات پر مطلع کیا۔

خوشنود، نام غلام جبار۔

شاگرد سید قاسم علی خواہاں بریلوی۔

حالات و کلام ناپید صرف ایک نعت ہمدست ہوئی جو نذرِ ناظرین ہے۔
آئینہ مغفرت میں ان کے نام کے ساتھ "شاعر یکتائے روزگار بندہ رب معبود" جیسے توصیفی کلمات مندرج ہیں معلوم ہوتا ہے اپنے عہد یعنی انیسویں کے نصف آخر میں بریلی کے مقبول شاعر تھے۔

نعت

ہے اوج میں کون اپنے پیمبر کے برابر
بیٹھے شبِ معراج میں داور کے برابر
کب چاند ہے اون کے رخِ انور کے برابر
ہوتی ہے بھلا سیم کہیں زر کے برابر
امید ہے پہونچوں جو مدینے میں الٰہی
بیٹھا رہوں درباں کی طرح در کے برابر
ایک ایک ملا معجزہ ایک ایک نبی کو
اعجاز ہوئے کس کے پیمبر کے برابر
ہوں جلوۂ رخسار محمدؐ کا میں عاشق
ہے آگ مرے دل میں سمندر کے برابر
ہر مرتبہ میں صلِ علیٰ صلّی علیٰ کو
چلّا کے پڑھو لبِ روضۂ انور کے برابر

خوشنود سے کچھ حالِ گنا ہوں کا نہ پوچھو
ہے نامۂ اعمال تو دفتر کے برابر

-۵-

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ۲۵۔

دلاور، نام دلاور حسین۔
مکان شہر کہنہ بریلی میں تھا۔
شاگرد مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ بریلوی۔
معتقد مولوی احمد رضا خاںؒ۔
نیک سیرت انسان تھے۔ عمر طبعی پائی۔ بازار شہامت گنج شہر کہنہ بریلی میں کتابوں کی دوکان تھی جس کی قلیل آمدنی سے گزر اوقات کرتے نعت گوئی میں مشہور ہوئے۔ بریلی کے مشہور ہزل گو محمد علی خاں ابلیسؔ (متوفی ۱۹۴۸ء) سے ٹکر لی اور ان کی ہزلیات کا جواب لکھا۔
میں نے ان کو دیکھا تھا۔ بہت بوڑھے تھے شاید تیس سال قبل فوت ہوئے۔

نعت

ہیں سرپرست آپ تو پھر کوئی غم نہیں
خوفِ گناہ مجھ کو شفیعِ امم نہیں
ترجیح اس پہ خلدِ بریں کو انہیں نہیں
کوچہ مجھے حضور کا جنت سے کم نہیں

جب یاد آ گئی مرے آنسو نکل پڑے
کب در فشاں فراق میں یہ چشم نم نہیں

حسرت یہی تھی روضۂ پر نور مل گیا
ارمان اور کوئی خدا کی قسم نہیں

دل میں ہے اشتیاق مدینہ کی دید کا
زنہار مجھ کو خواہشِ باغ ارم نہیں

روئے نبیؐ کا دل میں تصور ہے ہر گھڑی
میں مرتبہ میں حافظ قرآں سے کم نہیں

بہر خدا دکھایئے جلوہ مجھے حضور
فرقت میں ہے یہ حال کہ اب دم میں دم نہیں

فرقت کا حال کیسے دلاور بیان ہو
روزِ فراق روزِ قیامت سے کم نہیں

-۵-

ماخذ:
گلدستۂ نعت ارمغان قیصر ۱۹۲۲ء۔

رزاقؔ، نام محمد عبدالرزاق خاں۔
بن اسحاق خاں بن مستجاب خاں بن حافظ رحمت خاں روہیلہ والیٔ روہیلکھنڈ
ذی لیاقت تھے۔ خوشنویسی کے ذریعہ گزر اوقات کرتے تھے۔
صاحب دیوان نعت گو تھے۔ آپ کا دیوان نعت مسمیٰ گلشن نعت ۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء کو مطبع صدیقی بریلی میں باہتمام مولوی محمد منیر طبع ہو چکا ہے تاریخ
طباعت دیوان حکیم برج موہن لعل خمار بریلوی شاگرد نواب نیاز احمد خاں

ہوش بریلوی نے ع "چھپا اب خوب یہ بے مثل دیواں" سے برآمد کی۔
گلشن نعت ۱۲۹۰ھ ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

نواب عبدالرزاق خاں بریلی کے نامور نعت گو ہیں۔ ان کا شمار شمالی ہند کے اکابرین میں کیا جاتا ہے انیسویں صدی عیسوی کے دورِ نعت گوئی میں جبکہ نعت تجرباتی منزل سے گزر رہی تھی ان کی سلیس مگر علوے خیال سے لبریز نعتیہ شاعری تاریخی اہمیت کی حامل ہے یہ بھی ان چند نعت گویان میں سے ایک ہیں جنھوں نے فن شاعری میں لکھنوی اثرات کو قبول کیا جس کا سبب شاید سید مہربان علی فرحاں بریلوی سے تلمذ تھا۔ کیونکہ فرحاں شاگرد خواجہ آتش (متوفی ۱۸۴۶ء) کے تھے۔

رزاق کی وفات ۱۸۸۱ء میں ہوئی۔

نعت

وصفِ احمد لکھوں مجال کہاں
ایسا نازک مرا خیال کہاں
آپ ہیں خلق ہے سخاوت ہے
خلق میں ایسے خوش خصال کہاں
سب موحد ہیں پر سوائے نبی
اور کو لذتِ وصال کہاں
مخزنِ حبِّ مصطفیٰ ہے دل
میری دولت کو ہے زوال کہاں
جب نبی سا شفیع محشر ہو
پھر خطا سے ہمیں ملال کہاں

شبِ معراج سدرہ سے بڑھتے
تھی یہ جبریل کی مجال کہاں
مُنہ ترا اور جناب کی تعریف
سوچ رزاق ہے خیال کہاں

— ۵ —

ماخذ:

گلشن نعت ص ۲۳ ۔ مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب ۔
خمخانۂ جاوید ۔ جلد ۳ ۔ ص ۳۸۱
حیات حافظ رحمت خاں طبع ثالث کراچی (ص ۳۵۵)

رضاؔ، نام احمد رضا خاں ۔
والد کا نام مولانا نقی علی خاںؒ (متوفی ۱۸۸۰ء)
پیدائش ۱۰ ر شوال ۱۲۷۲ ہجری / ۱۴ ر جون ۱۸۵۶ عیسوی ۔
تیرہ برس کی عمر میں درسی علوم کی تکمیل کی ۔ تیرہ برس کی عمر میں ہی پہلا فتویٰ لکھا ۔ بحر العلوم تھے ۔ پچاس سے زیادہ علوم و فنون پر دسترس حاصل تھی ۔ ہر فن پر رسائل لکھے ۔ فتاویٰ رضویہ (۱۲ جلد) و ترجمہ قرآن مسمیٰ کنز الایمان آپ کے اعلیٰ علمی کام ہیں ۔ اصلاح معاشرہ پر بھی رسائل تحریر کیے ۔ زبردست حامی سنت و عدو بدعت تھے ۔ آپ کا مسلک حنفی اور مشرب قادری تھا ۔ آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت سید شاہ آل رسول مارہرویؒ (متوفی ۱۸۷۹ء) کے مرید تھے ۔ سادات کرام اور پیران مارہرہ سے گہری عقیدت

رکھتے تھے۔ حضرت نوری میاں مارہرویؒ (متوفی ۱۹۰۵ء) سے اجازت بیعت و خلافت پائی۔ آپ بلند پایہ نعت گو تھے تمام عمر صرف نعت لکھی۔ شعر کی ہر قسم میں نعت لکھی طبیعت میں خاصہ جدت تھا جس کو ان کے علم و فضل سے سہارا ملا۔ بلاغتِ کلام کے علاوہ نئی زمینوں میں اشعار لکھے طبیعت کی سوز و نی و روانی نے کلام کو شعریت و تاثیر بخشی۔ مثلاً ؎

رنگِ مژہ سے کر کے تجمل یادِ شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطرِ جمالِ گل

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

مگر عوام میں آپ کی آسان و سلیس نعتیں مقبول ہوئیں اور وہ آج بھی ملک کے ہر گوشے میں وردِ زباں ہیں۔ آپ کے مجموعہ کلام نعت کا نام حدائقِ بخشش ہے جس کے تین حصے ہیں۔ آخری حصے میں نعتیہ قصائد ہیں۔ تاریخ طباعت ۱۹۰۷ء ہے۔

آپ کی وفات ۱۹۲۱ء عیسوی میں ہوئی۔

نعت

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں جانِ تجلیٰ کہوں تجھے
اس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں
تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

—o—

ماخذ:

فاضل بریلوی از پروفیسر مسعود احمد۔
حدائق بخشش ۳ حصص۔

رحمت، نام سید رحمت حسین۔
مکان محلہ ذخیرہ نزد چاہ خرم تھا۔
سادات امروہہ سے تعلق تھا۔ مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی کے رشتہ دار و شاگرد تھے۔ پیشہ مدرسی تھا۔
مزید حالات و کلام فراہم نہ ہو سکے۔ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے شاعر ہیں۔

نعت

یا الٰہی ہاتھ اوٹھاتا ہوں دعا کے واسطے
خاتمہ بالخیر ہو خیر الوریٰ کے واسطے

یاالٰہی سینۂ آلودۂ جرم و خطا
صاف کر اصحاب و آلِ باصفا کے واسطے
یاالٰہی نزع میں کلمہ محمدؐ کا نصیب
ہو جنابِ مرتضیٰؑ شیرِ خدا کے واسطے
یاالٰہی کر تر و تازہ گلستانِ مراد
سیدِ مظلوم شاہِ کربلا کے واسطے
یاالٰہی جلد طے ہو جائے راہِ پلِ صراط
غوثِ اعظم قطبِ عالم رہنما کے واسطے
یاالٰہی کل عذابوں سے بچا کر کے مجھے
باغِ جنت کر عطا موسیٰؑ رضا کے واسطے
یاالٰہی جنت الفردوس دے ماں باپ کو
شافعِ روزِ جزا صلِ علیٰ کے واسطے
یاالٰہی کر عطا درجہ شہادت کا مجھے
ہے تمنا کل شہیدِ کربلا کے واسطے
یاالٰہی نزع کی مرقد کی روزِ حشر کی
مشکلیں حل کر مری مشکل کشا کے واسطے
یاالٰہی مقصدِ دل سب تری درگاہ سے
پاؤں میں نوبت پہ نوبت مجتبیٰؑ کے واسطے
یاالٰہی فضل و رحمت سے تو کر رحمت کو شاد
رحمتِ عالم محمدؐ مصطفےٰ کے واسطے

ماخذ: آئینۂ مغفرت ص ۱۹۔

رستم، نام نادر شاہ خاں۔

والد کا نام محمد شاہ خاں بن اکبر خاں بن انور خاں بن خان جہاں خاں بن شیران خاں جو فوج میں عہدیدار تھے۔

پیدائش سنہ ۱۹۰۳ عیسوی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ڈبلو۔ آئی۔ ایم ہائی اسکول بریلی (موجودہ تلک انٹر کالج بریلی) میں داخل کئے گئے مگر دسویں جماعت کا امتحان پاس کیے بغیر تعلیم ترک کر دی۔ زمینداروں کا خاندان تھا۔ مالی فراغت میسر تھی۔ تعلیمی سند اور ملازمت کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ بعد کو تجارت شروع کی۔ پسنجر بسوں کا سنڈیکیٹ قائم کیا۔ کاروبار منافع کا تھا۔ خوب کمایا۔ شکار کے شوقین تھے مرغ و بٹیر بازی سے دلچسپی تھی شاعری کا بھی چسکا تھا ابتدا میں مرزا ہادی بیگ فرحی بریلوی (متوفی ۱۹۳۱ء) ساکن محلہ ذخیرہ بریلی کے شاگرد ہوئے بعد کو جناب شفیع الدین خواجہ بریلوی (متوفی ۱۹۴۶ء) کا تلمذ اختیار کیا۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ نعت، منقبت، سلام اور مرثیہ لکھنے میں ماہر تھے۔ بے حد زود گو تھے لہٰذا اشعار تقسیم کرنے کا بھی شوق تھا۔ غزل میں مضمون طرازی کے عاشق تھے مگر جو بھی شعر تیر کی طرح سیدھا ہوتا، نشانے پر بیٹھتا صاحب تلامذہ تھے۔ کلام محفوظ نہیں رہا۔ آپ کے اہلِ خاندان اور معترفین کو اچھے اشعار یاد ہیں اور چند اوراق کلام نعت و غزل کے محفوظ بھی۔ میں نے اس قلیل سرمایہ کو نقل کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ کوئی نعت مکمل نہیں ملی۔ جو اشعار ملے بھی وہ جگہ بہ جگہ ناقل نے غلط تحریر کیے جس کی وجہ سے سہو کا امکان موجود ہے چنانچہ میں نے اشعار متفرقہ کا عنوان قائم کر کے ان کے بعض صاف ستھرے اور پر اثر نعتیہ اشعار نقل کر دیے ہیں تاکہ اپنے عہد کا

یہ معروف شاعران اشعار کے ذریعہ ہی پہچان لیا جائے اور اس کی شہرت پر گمنامی کی چادر نہ پڑے ۔ آپ کی وفات ۱۰ستمبر ۱۹۵۸ء کو بعارضہ سِل ہوئی تکیہ کلو میاں محلہ باقر گنج بریلی میں مدفون ہوئے ۔

نعت

(اشعارِ متفرقہ)

جمالِ محمدؐ پہ قربان ہوکر
نظر مدعائے نظر ڈھونڈتی ہے

تم سے بڑھ کر نعمتیں اللہ نے بخشیں کسے
خود تمھارا ہو گیا سب کچھ تمھارا ہو گیا

کہاں تک دیکھنا ہے مغفرت حاصل نہیں ہوگی
خدا کو واسطے پر واسطہ دوں گا پیمبرؐ کا

جبیں کعبہ میں سجدہ ریز تو آنکھیں مدینہ میں
خدا بھی سامنے ہو آپ کا دیدار ہو جائے

دور دیہ قدسی ہیں دست بستہ ہیں ساتھ جبریل پر بچھائے
خدا ہی جانے کہ آج ہو گا کہاں کہاں احترام ان کا

مدینہ کعبہ وطور و اقصٰی عرش و کرسی و خلد و سدرہ
اب اس کے آگے خدا ہی جانے کہاں کہاں ہے مقام ان کا

جنھوں نے چھوڑا ہے اپنے ہاتھوں ہائے وہ دامنِ رسالت
قسم خدا کی نہ چل سکے گا کسی عبادت سے کام ان کا

ہونے کو ہوئے یوسف علیہ بھی حسیں کہتا ہے مگر یہ نوریؔ
وہ پھول بہارِ وحدت ہے جو سب کی تمنا ہو جائے

ماخذ:

حالات و کلام اہلِ خاندان سے فراہم ہوئے۔

رازیؔ، نام سید مجتبیٰ مہدی۔
والد کا نام سید محمد مہدی۔ ساکن محلہ کنگھی ٹولہ بریلی۔
پرانے زمانے کے ایف۔ اے پاس تھے (۱۹۱۷ء) عربی و فارسی کی لیاقت عمدہ تھی۔ فنِ موسیقی میں بھی دخل تھا۔ سرکاری ملازمت نہیں کی۔ لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ خوب کمایا اور مرتے دم تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ شادی نہیں کی تمام عمر اپنے آبائی مکان میں تنہا گزار دی شاعری سے دلچسپی تھی۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے اساتذہ بریلی کے پاس اٹھنا بیٹھنا تھا۔ شاگرد کسی کے نہیں ہوئے اپنے آگے کسی کو شمار میں نہیں لاتے تھے۔ یہی مزاجی کیفیت شاعری پر حاوی رہی۔ مضمون طرازی اور رعایت لفظی پر جان دیتے تھے۔ چیستاں اور بے اثر بن جاتے۔ شہرت سخن نا مقبولیت سے ملی شعر خود فرمایا ہے ع کلام فوق الکلام ہے وہ جسے سمجھنے سے عام قاصر۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے بعض اشعار خواص کے فہم سے بھی بالا تھے۔ ۳ مارچ ۱۹۷۶ء کو وفات پائی۔ تھوڑے سے کرم خوردہ و آب زدہ اوراق شاعری کا چھوڑے جو میرے پاس محفوظ ہیں یہ وہی کلام ہے جو انھوں نے سیرت کمیٹی اور کالے امام باڑے کے مشاعروں میں پڑھا تھا میں نے اس کلام سے قریب الفہم دس اشعار متفرقہ کا انتخاب پیش کر دیا ہے۔ شاعر تعلیم یافتہ اور باصلاحیت تھے مگر زور انا اور مضمون طرازی کے شوق نے ان کے کلام کو نامقبول بنا دیا۔

نعت

اشعار متفرقہ

سایۂ دامنِ رحمت میں جگہ مل جائے
پھر بلا جانے مری کیسی قیامت ہو گی

خدا اُن پہ عاشق وہ عاشق خدا پر
یہ سچ ہے نظر کو نظر ڈھونڈتی ہے

آئینہ جمال محبت کی بزم میں
غمگیں دلوں کی شمعِ فروزاں تھیں تو ہو

قدم بڑھ رہے ہیں بہ شوقِ زیارت
نظر آگے آگے چلی جا رہی ہے

یقیں کی حدود سے ہے مرتبہ بالا محمدؐ کا
خدا سے مل گیا ہے ڈھونڈنے والا محمدؐ کا

—o—

ماخذ:
رازؔی صاحب میری اہلیہ کے حقیقی چچا تھے۔ لہٰذا میں نے ان کے حالات ذاتی واقفیت پر سپرد قلم کیے میرے پاس ان کا کلام بھی محفوظ ہے۔

رازؔ، نام محمد ابراہیم خاں۔
۱۹۰۷ء کو محلہ شاہ آباد گلی ڈوری والان بریلی میں پیدا ہوئے۔ دس برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ قرآن ناظرہ اور معمولی اردو تعلیم حاصل کر سکے۔ کم سنی میں ہی کانپور فکر معاش میں پہنچے ایک الیسم دوکان پر ملازم ہو گئے جہاں سلائی کی مشینوں کی مرمت ہوتی تھی تمام اسی پیشے میں گزار دی۔ مالک دوکان کا تخلص عشرتؔ تھا جن کی صحبت رازؔ نے شاعری کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۷ء کو اپنی شادی کے سلسلے میں بر واپس آئے۔ اس کے بعد کانپور نہیں گئے۔ جناب علی حسن ضمیرؔ بریلو (متوفی ۱۹۶۷ء) کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہو گئے۔
سلسلۂ طریقت میں جناب بشیر میاںؒ (متوفی ۱۵ مارچ ۱۹۴۹ء) مر خلیفہ جناب شاہ جی محمد شیر میاںؒ پیلی بھیتی (متوفی ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶/۱۹۰۷ء) کے دست حق پر بیعت ہوئے فطرۃً نیک نفس انس تھے جد و جہد کی زندگی نے صبر و قناعت کا وصف پیدا کر دیا تھا۔ ہر حال میں خوش رہتے اور محبت سے پیش آتے۔ مشاعروں کی جان تھے

...ام و خواص میں بے حد مقبول تھے تحت اللفظ پڑھتے اور خوب پڑھتے
...س کو اللہ کی عطائے خاص ہی کہا جائے گا۔ کہ وہ علمی استعداد سے محروم
ہونے کے باوجود باعتبار شاعری اچھوں سے اچھے تھے۔
۱۹۷۲ء میں فوت ہوئے۔ کلام ان کے وارثین کے پاس محفوظ ہے۔

نعت

اگر ان کا کرم کشتی کا کھیون ہار ہو جائے
یہاں بھی پار ہو جائے وہاں بھی پار ہو جائے
کرم جس پر تمہارا سیدِ ابرار ہو جائے
وہ باغِ خلد کا حقدار کیا مختار ہو جائے
نہ ہم سے دور ہیں آقا نہ ہم ہیں دور آقا سے
سلیقہ ہو اگر دیدار کا دیدار ہو جائے
لگاؤں دل کیوں نہ میں دل سے غمِ عشقِ پیمبر کو
اگر یہ غم نہ ہو تو زندگی بیکار ہو جائے
محبت آپ کی وجہ حیات جاودانی ہے
جسے مرنا نہ ہو وہ آپ کا بیمار ہو جائے
کسے ہو تابِ نظارہ بھلا کس کی نظر ٹھہرے
جو بے پردہ جمالِ احمدِ مختار ہو جائے
اگر قائم رہے تو رازؔ آقا کی ہدایت پر
تری بخشش کا خود اللہ ذمہ دار ہو جائے

—o—

ماخذ:
میرے کرم فرما تھے حالات ذاتی واقفیت پر تحریر کیے کلام جناب

انور چغتائی بریلوی نے فراہم کیا۔

ساقیؔ، نام فضل غوث۔

محلہ بہاری پور کسگران میں مکان تھا حکیم عبدالصمد سرشار، حکیم عزیز غوث اور حکیم فیض غوث اسی خاندان کے معزز افراد ہیں۔ سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں حضرت شاہ ابوالفضل شمس الدین آل احمد اویسی عرف اچھے میاں (متوفی ۱۸۱۹ء) سے اجازت بیعت حاصل تھی آپ کے مریدوں میں مولانا دلدار کا مذاق بدایونی (متوفی ۱۸۹۴ء) مشہور صوفی اور شاعر گزرے ہیں صاحب دیوان نعت گو تھے آپ کا کلیات کراچی میں چھپ گیا ہے (۱۹۸۳ء)

۱۸۹۰ء عیسوی میں وفات پائی۔ مولانا حسن بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) نے قطعہ وفات لکھا ؎

چو قضا کرد ند سید فضل غوث ؞ در جہاں رسم خوش اخلاقی نماند
جان و دل از بادہ شدائے میکشاں ؞ کہ قدح بشکست آں ساقی نماند

۱۳۰۷ھ

نعت

معراج کی شب بن ٹھن کے چلا وہ احمد پیارا خوب بنا
جبریل پکارا اصل لی مصباح کا دلارا خوب بنا
دو رویہ کھڑے تھے حور و ملک صف بستہ نظر بازان فلک
کہتے تھے یہ آپس میں خوش ہو دلدار خدارا خوب بنا
تھے جتنے نبی اور پیمبر آدم سے عیسیٰ تک لے کر
جس جس نے نظر کی اوس کی طرف اوس اوس نے پکارا خوب بنا

تھے اوس کے جلو میں روحِ امیں اور خیلِ ملائک پیش و پس
کس شان سے پہنچا عرشِ بریں وہ شاہ خدارا خوب بنا

قوسین سے وہ جب آگے بڑھا اور قفلِ درِ ادنیٰ کا کھلا
پردے کو اٹھا کر حق نے کہا محبوب ہمارا خوب بنا

مولیٰ سے بنا تھا وہ بندہ بندے سے بنا تھا وہ مولیٰ
اک بار بنا تھا وہ حامد محمود دوبارا خوب بنا

واں شب کو ہوئیں تھیں جو باتیں ہیں دل کو سنیں وہ سب باتیں
سالک نے زباں سے کچھ نہ کہا مجذوب پکارا خوب بنا

واں شورِ الست و بلیٰ کا تھا یاں دورِ الست مولا کا تھا
کثرت میں عیاں کی رمزِ نہاں وحدت کا اشارا خوب بنا

کیا تنگی اور شب کا ہو بیاں تھی حالت جزر و مد کی عیاں
تارے سے بنا خورشید ولے خورشید سے تارا خوب بنا

احمدؐ کو احد سے جب کر ملا توحید کے خلعت حسب ولا
شان اللہ کا بھید کھلا قدرت کا سنوارا خوب بنا

یہ ایک ہے بلبل اوس گل کا مقصود ہے وہ جزو و کل کا
گلزارِ دو عالم میں ساقیؔ وہ رشکِ ہزارا خوب بنا

—ہ—

ماخذ:

آئینۂ دلدار یعنی حیات مولانا دلدار علی مذاقؔ بدایونی ص ۲۷ و ص ۱۸۹
آئینۂ مغفرت ص ۵۰
ثمر فصاحت (۱۳۲۷ھ) ص ۲۱۶

سیدؔ، نام سید حسین۔
ساکن عالمگیری گنج متصل سنہری مسجد۔ یہ جگہ اندھے کا امام باڑہ بھی کہلاتی تھی۔
سلسلہ قادریہ میں حضرت امجد علی بدایونیؒ (متوفی ۱۸۶۰ء) کے مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب باطن بزرگ تھے مجھے ان کی دو مطبوعہ تصنیفات کا علم ہوا۔ (۱) تحفۃ الشائقین (۱۸۶۶ء) مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی۔ (۲) دیوان سید تاریخی نام "مرغوب دل" (۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) مطبوعہ مطبع مجتبس لکھنؤ (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) اول الذکر کتاب میں حضرت امجد علیؒ کے مختصر حالات اور انتظام شریعت، طریقت، معرفت اور افکار و اشغال پر مضامین ہیں۔ بعد الذکر کتاب میں کلام شعر مشتمل بہ نعت مناقب وغیرہ ہے۔
آپ کا کلام سلیس و سادہ مگر پُراثر ہے۔ نعت میں صوفیانہ انداز ہے جس سے آپ کی فنائیت فی الرسول کا ثبوت ملتا ہے۔ خود کلام نعت میں یہ نئی اشارت و کنایت ہے ؎

معراج کا عروج دیا دل کو عشق نے ؎ پیکِ نظر سے کام لیا جبرئیل کا

آپ کی وفات شاید انیسویں صدی عیسوی کی آخری دھائیوں میں کسی تاریخ کو ہوئی۔ نیوڑھی کے تکیے میں قبر ہے کسی زمانہ میں سالانہ عرس بھی ہوتا تھا۔

نعت

گر جلوہ نما احمد مختار نہ ہوتا
اسرار نہاں کا کبھی اظہار نہ ہوتا

اللہ کو محبوب کا نظارہ تھا منظور
کیونکر شب معراج طلب گار نہ ہوتا
جاری جو نہ فرماتے شریعت کو محمدؐ
اسلام سے کوئی بھی خبردار نہ ہوتا
پیدا ہوئے تصدیق کو لولاک سے افلاک
گر آپ نہ ہوتے کوئی زنہار نہ ہوتا
گر فرقۂ زندیق رسالت سے نہ پھرتا
محشر کے عذابوں میں گرفتار نہ ہوتا
حضرت جو نہ فرماتے امم کے لئے کوشش
کوئی بھی شفاعت کا سزا وار نہ ہوتا
صورت نظر آتی نہ کبھی دونوں جہاں کی
سیّد جو عیاں سید ابرار نہ ہوتا

—٥—

ماخذ:
مجھے حالات سید حسینؒ کے ایک معتقد جناب غلام جیلانی خاں (متوفی ۱۹۷۰ء) سے معلوم ہوئے جو کبر سن تھے اور جن کی نیچہ بنانے کی دوکان بازار سنہری مسجد میں تھی۔ سید حسینؒ کی دونوں کتابیں بھی ان سے ہی برائے مطالعہ فراہم ہوئی تھیں۔

سند، نام سید حسین۔
مکان محلہ ذخیرہ میں تھا۔
شاگرد مولوی قاسم علی خاںؒ کے تھے۔

ایک گلدستہ مشاعرہ منعقدہ محلہ بان خانہ بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء میں ان کی غزل نظر سے گزری تھی گویا ۱۹۲۴ء تک زندہ تھے۔
زود گو معلوم ہوتے ہیں۔
مزید حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

نعت

شور جب آمدِ محبوب خدا کا ہو گا
عرصۂ حشر میں غُل صلِ علیٰ کا ہو گا

یادِ حضرت میں اگر جان نکل جائے گی
خلق سے خاتمہ بالخیر ہمارا ہو گا

امتِ سرورِ عالم کی ضیافت کیلیے
جملہ فردوس میں سامان مہیا ہو گا

کہتے پھرتے تھے یہ باہم شبِ معراج ملک
دل میں ارمان جو تھا آج وہ پورا ہو گا

منکرو تم کو اگر شک ہے تو ہو حق ہے یہی
نہ ہوا ہے نہ کوئی آپ سا پیدا ہو گا

روح طیبہ کو پسِ مرگ جو لے جاؤ گے
مجھ پہ احسان فرشتو یہ تمھارا ہو گا

آپ فرمائیں گے بے شبہ شفاعت حق سے
پیش جب نامۂ اعمال ہمارا ہو گا

دل میں رہنے کی نہیں فکر فشارِ مرقد
دفن صحرائے مدینہ میں جو لاشا ہو گا

ہیبتِ گرمئِ خورشید قیامت کیوں ہو
دامنِ پاک کا سر پہ مرے سایا ہو گا
اے فلک سیکڑوں زوّار چلے آتے ہیں
کب وہ دن ہو گا کہ ہم ہوں گے مدینا ہو گا
ہند میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں شہیدی کو لوگ
کسی کوچے میں مدینہ کے وہ پھرتا ہو گا

—o—

ماخذ:
آئینہ مغفرت ص۱۸
بزم سخن یعنی گلدستہ مشاعرہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء۔

شہیدی، نام کرامت علی خاں۔
والد کا نام عبدالرسول خاں۔ مولد موضع ہڑیا پور ضلع اناؤ یوپی۔ تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی۔ کلکٹریٹ لکھنؤ میں ملازم ہوئے۔ قلندرانہ وضع اور جہاں گشت قسم کے انسان تھے۔ شہیدی کے والد اعلیٰ عروضی تھے۔ راجہ ٹکیٹ رائے کے فارسی کلام پر اصلاح دیتے تھے شہیدی کو شاعری ورثہ میں ملی۔ ابتدا میں مصحفی (متوفی ۱۸۲۵ء) کے شاگرد ہوئے بعد کو دہلی میں شاہ نصیر (متوفی ۱۸۴۰ء) کا تلمذ اختیار کیا۔ عمر کی آخری دہائی میں بریلی وارد ہوئے۔ گلی نوابان میں روہیلہ کی رفاقت اختیار کی وہاں سے نوابین کمبوہان قلعہ جامع مسجد بریلی کے یہاں چلے آئے۔ ان کے مربی نواب عطا حسین خاں عطا تھے جن کی مدح میں اکیس[۲۱] اشعار کلیات شہیدی میں شامل ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۸۷۲ء)

کی تحریک پر سفرِ حج اختیار کیا اور وہ مشہور قصیدہ لکھا جس کا شعر ہے ؎

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

۱۹ صفر ۱۲۵۶ ہجری مطابق ۷ اپریل ۱۸۴۰ عیسوی کو مدینہ شریف میں گنبد خضرا دیکھ کر انتقال فرمایا۔

صاحب دیوان شاعر تھے طرز لکھنوی کے دلدادہ تھے مگر کلام میں سوزش جذبات ہے۔ جذبات کی ہلکی برقی لہر نے ان کے کلام کو پُر اثر بنا دیا ہے ان کے واقعۂ موت اور ان کے لاجواب قصیدے نے شمالی ہند میں اردو نعت گوئی کو فروغ بخشا۔ رفتہ رفتہ وہ اردو نعتیہ شاعری کی علامت بن گئے۔

نعت

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ

جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شبِ قدر ہے گیسوئے محمدؐ

کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں بارِ دو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ

تھا بیش بہا حُسن کے بازار میں یوسفؑ
پر ہو نہ سکا سنگِ ترازوئے محمدؐ

گلگشتِ گلستاں میں پڑھو صلِ علیٰ تم
ہر پھول کی بو میں ہے رچی بوئے محمدؐ

کعبہ کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا
کعبہ کا شب و روز ہے منہ سوئے محمدؐ
ہر نخلِ بیابانِ عرب تجھ کو ہے طوبیٰ
ہوں شیفتۂ قامت دلجوئے محمدؐ
رضواں کے لیے لے چلوں سوغاتِ شہیدیؔ
گر ہاتھ لگے خار و خسِ کوئے محمدؐ

—○—

ماخذ:

ان سطور کی اصل میرا مضمون "کرامت علی خاں شہیدیؔ"، مطبوعہ معارف اعظم گڈھ جنوری ۱۹۶۴ء ہے۔

شمسؔ، نام خواجہ احمد۔

ساکن محلہ خواجہ قطب بریلی
پیشہ کتب فروشی۔
شاگرد نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء)

لغت

ہم مئے عشقِ نبی سے آجکل سرشار ہیں
یہ نیا ہے طرز بے خود ہیں مگر ہشیار ہیں
ساقیٔ کوثر کے دل میں گھر ہے اُن کا مومنو
جو مئے عشقِ نبی سے چور ہیں سرشار ہیں

کیا بھلا شادابیِ طیبہ کی ہم مدحت کریں
رشکِ جنت گرد وہاں کے وادی پرخار ہیں
کنت کنزا کے جھیں مخفی نہیں معنی وہی
کاشفِ رمز نہاں ہیں محرمِ اسرار ہیں
ہستی عالم نہ ہوتی وہ اگر ہوتے نہیں
ہے جہاں پرکار تو وہ نقطہ پرکار ہیں
جز خداوندِ دو عالم کس سے مدحت ہو سکے
وصف میں اُن کے سبھی جن و بشر ناچار ہیں
ہم بمرے ہیں یا بھلے جائیں گے جنت میں ضرور
مدح خوانِ مصطفیٰ و حیدرِ کرار ہیں
یہ لباسِ فقر ہم کو خلعتِ شاہانہ ہے
درہم داغِ تعشق کے سبب زردار ہیں
عاشقِ روے نبی ہیں ڈرہمیں اے شمس کیا
جاں نثارِ مرتضیٰ ہیں بندۂ غفار ہیں

—٥—

ماخذ:
خمخانۂ جاوید - جلد ۵ - ص ۱۴۲ ۔
آئینۂ مغفرت - ص ۱۴۲ ۔

شمیم، نام سید حسین شاہ -
شاگرد مرزا عباس بیگ عباسؔ و نادرؔ بریلوی و سید احسان علی احسنؔ بریلوی
انیسویں صدی عیسوی کے شاعر اور بریلی کے ابتدائی دور نعت گوئی سے متعلق ہیں

گلدستۂ نعت یعنی آئینہ مغفرت مرتب کر کے طبع کرایا۔ اول ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء میں اور بار دوم ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں۔ جناب نصیر الدین حسینؒ نظامی نیازی (متوفی ۱۹۰۴ء) کے پگڑی بدل بھائی تھے محلہ خواجہ قطب میں ہی رہتے تھے بعد کو محلہ جسولی میں سکونت اختیار کی۔ بھوپال میں بھی قیام کیا نیک سیرت اور باطنی لذت سے آگاہ انسان تھے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

نعت

کس کا مقدور ہے جو نعتِ پیمبر لکھے
ہاں اگر لکھے تو وہ خالقِ اکبر لکھے
نہ تو وصلی پہ نہ قرطاس کے اوپر لکھے
نام احمد کا اگر لکھے تو دل پر لکھے
جس کا قوسین سے ہو مرتبۂ اعلیٰ یارو
اس کی مدحت کہو ادنیٰ بھلا کیونکر لکھے
آپ کا نام خدا نام تھا اسمِ اعظم
دیکھیے قرآں میں جو اسمائے پیمبر لکھے
زندگی کا تو یہی لطف جہاں میں ہے مسیم
جب تلک زندہ رہے نعتِ پیمبر لکھے

—o—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت - ص۲
وہ حالات جو جناب مسعود نظامی ساکن محلہ خواجہ قطب بریلی نے

بتلائے۔ اس کے علاوہ سید حسین شاہ شمیمؔ کی صاحبزادی حیات ہیں جن کی عمر نوّے برس سے زیادہ ہے بقید ہوش وحواس ہیں۔ بعض حالات ان سے معلوم ہوئے۔

شیداؔ، نام محمد سلیمان خاں۔

ساکن محلہ صوفی ٹولہ شہر کہنہ بریلی۔

تعلیم واجبی تھی۔ پیشہ تجارت بازار سرائے خام بریلی میں بکسوں کی دوکان تھی۔

ابتدا میں مرزا سعادت یار بیگ عجزؔ بریلوی (متوفی ۱۹۵۰ء) کے شاگرد ہوئے اور بعد کو منشی قمر الحسن قمرؔ بدایونی (متوفی ۱۹۴۱ء) کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ نعت گوئی میں شہرت پائی۔ سیدھے سادھے خیالات، صاف ستھری عام فہم زبان میں پیش کرنے کے عادی تھے مشاعروں میں مقبول تھے۔ تقسیم برصغیر کے بعد مہاجرت اختیار کی اور گمنام ہو گئے۔

نعت

تہنیت جشنِ ولادت کی صبا لائی ہے
آج ہاشم کی گلستاں میں بہار آئی ہے

قطرہ قطرہ ہے تری شانِ رسالت کا گواہ
ذرہ ذرہ سے نمایاں تری یکتائی ہے

اس نے پائی ہے حقیقت میں حیاتِ ابدی
جس کو تقدیر سے طیبہ میں قضا لائی ہے

اللہ اللہ ترے شہرِ مقدس کا علو
حق تعالیٰ نے مدینہ کی قسم کھائی ہے
رات دن شمس و قمر کرتے ہیں روضہ کا طواف
اور وہ یوں کہ اسی گھر سے ضیا پائی ہے
دشتِ طیبہ کا ہر ایک پھول ہے صد رشکِ چمن
دشتِ طیبہ کے ہر اک خار میں رعنائی ہے
نعتِ احمد کا ملا ہے یہ صلا حشر کے دن
قصرِ جنت میں جو شیدا نے جگہ پائی ہے

—o—

ماخذ:
حالات منشی علی حسین ضمیر بریلوی (متوفی ۱۹۶۷ء) سے معلوم ہوئے
ضمیر بریلوی بھی منشی قمر بدایونی سے کچھ دن منسلک رہے ہیں۔
نعت گلدستہ مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی (۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء) سے اخذ کی گئی۔

شوخ، نام بخت عالم شاہ خاں۔
شاگرد استاد شفیع الدین خواجہ بریلوی (متوفی ۱۹۴۶ء)
متواضع، با مروت اور پر مزاح انسان تھے دوستوں کے یہاں اور مشاعروں میں بڑی آؤ بھگت تھی۔ شاعری میں نام پیدا کیا۔ ان کا یہ شعر ضرب المثل ہے۔

دل ان سے گفتگو کے لئے بیقرار ہے
یارب تو جان ڈالدے تصویرِ یار میں

برصغیر کی تقسیم کے بعد رامپور گئے اور وہاں سے ہجرت اختیار کی۔ بے مثل صلاحیتوں کے شاعر تھے فطری استغنا اور داد و بیداد سے بے نیازی نے بالآخر گمنام کر دیا۔ کچھ کلام ان کے معترفین کو یاد ہے دو چار غزلیات رسائل و جرائد میں مطبوعہ مل جاتی ہیں۔ اس وقت وہ اور ان کا کلام دونوں گمنام ہیں تیس چالیس برس پہلے ان کے دم سے بریلی کے مشاعرے کامیاب ہوتے تھے۔

نعت

نہ تماشا ہے کوئی اور نہ تماشائی ہے
نورِ احمد کی یہ سب انجمن آرائی ہے

حسنِ وحدت کا ہے آئینہ جمالِ انور
بادِ حق ساتھ میں لے کر تری یاد آئی ہے

مدتوں رو رہے ہیں سرکار ہماری خاطر
بحرِ رحمت میں تری موج پہ موج آئی ہے

دیکھ کر بزمِ تصور میں جمالِ انور
نگہِ واپسیں بادیدۂ تر آئی ہے

نورِ مطلق ہو کوئی نورِ مجسم کوئی
دورِ بینا کی حدوں پر مری بینائی ہے

کوئی رخ زیست کا روشن نہیں وائے نصیب
دن بھی تنہائی کا ہے شام بھی تنہائی ہے

یا نبی ہجر کے صدموں سے مرا جاتا ہوں
فوج کی فوج جفاؤں پہ اتر آئی ہے

جملہ احوال سُنا کر تو صبا یہ کہنا
ہجر میں آپ کے اب جان پہ بن آئی ہے
نام کے صاحب ایماں تو بہت ہیں لیکن
شوخؔ مومن ہے وہی ان کا جو شیدائی ہے

—o—

ماخذ:

نادر شاہ خاں رستم بریلوی کے بعض اعزا کو شوخؔ کا کلام یاد تھا جو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ان سے ہی حالات بھی فراہم ہوئے۔ نعت کا انتخاب گلدستۂ نعت مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی (۱۹۴۳ء) سے کیا گیا۔

شیدا، نام محمد سعادت حسین۔

والد کا نام محمد خادم حسین ساکن محلہ کہاڑا پیر۔ نخاسی والان بریلی۔

تعلیم واجبی۔ حاجی سید وارث علی شاہ صاحبؒ کے سلسلے میں بیعت تھے

پیشہ زرکاری۔ نہایت خلیق و زندہ دل انسان تھے۔

منشی علی حسین ضمیرؔ بریلوی کے شاگرد تھے۔

نعت گوئی میں مشہور ہوئے۔ ایک مجموعۂ نعت پاکستان میں چھپ چکا ہے۔ ۱۲ر فروری ۱۹۶۹ء کو فوت ہوئے۔

نعت

اپنی جبیں کو عرشِ معلیٰ کریں گے ہم
جا کر درِ رسول پہ سجدہ کریں گے ہم

رفعت کو دیکھتے ہوئے اٹھتی نہیں نگاہ
کیا وصف حدِ عظمت آقا کریں گے ہم
کچھ بے خودیٔ عشق شہ دیں کی حد نہیں
کب تک نہ جانے ہوش میں آیا کریں گے ہم
یادیں ہیں اپنے دل میں سراج منیر کی
جا ہیں گے جس جگہ بھی اجالا کریں گے ہم
یہ آرزوئے دل ہے کہ شیدا بنے کفن
خاکِ درِ رسول مہیا کریں گے ہم

—ㅇ—

ماخذ:
حالات و کلام ان کے اعزا سے فراہم ہوئے۔

شیوا، نام مفتی صابر حسن۔
والد کا نام مفتی عماد الحسن محو (متوفی ۱۹۲۶ء) جو شاگرد تھے غلام بسم اللہ بسمل (متوفی ۱۸۹۸ء) تلمیذ غالب کے۔ دادا کا نام مفتی سلطان حسن خاں احسن (متوفی ۱۸۸۲ء) تلمیذ غالب
بدایوں کے عثمانی خاندان کے فرد تھے۔ بزرگوں نے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مکان محلہ ذخیرہ بجانب برکات احمد میں ہے۔
پیدائش ۱۹۰۸ء تعلیم و تربیت بزرگوں کی زیر نگرانی ہوئی علوم شرقیہ میں سند حاصل کی۔ ڈبلو آئی ایم ہائی اسکول بریلی (اب تلک انٹر کالج بریلی) میں اردو، فارسی و عربی کے مولوی تھے شاعری ورثہ میں پائی۔ غالب و شیفتہ کی ادبی روایات کے حامل تھے۔ ان کا مکان ادب کدہ تھا

پابندی سے مشاعرے ہوتے۔ سخن فہموں و سخن سنجوں کا ہجوم رہتا۔ تقریباً نصف صدی تک فیضِ ادب جاری رہا۔ نعت گوئی سے بے حد شغف تھا بریلی کے نعتیہ مشاعروں میں پابندی سے شریک ہوتے۔ ریڈیو پر بھی کلام نعت سُناتے۔ ۱۹۴۷ء میں مہاجرت اختیار کی مگر گمنام نہیں ہوئے۔ ہر چند کلام غیر مطبوعہ رہا لیکن شہرت نے قدم چومے برِ صغیر کے ادبی حلقوں میں جانے پہچانے جاتے تھے۔

میرے کرم فرما تھے۔ کراچی سے اپنا کلام بھیجتے رہتے تھے۔ میں نے اور جناب رضا صدیقی (متوفی ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء ساکن گلی میر تنّن سرائے پختہ بریلی) نے ان کا کافی کلام جمع کر لیا۔ منتخبہ نعت ان کی ہی ارسال کردہ ہے۔

نومبر ۱۹۷۵ء کو کراچی میں وفات پائی۔

نعت

آپ کے عشق نے جسکو اپنا لیا آپکی آرزو میں جو کام آگیا
اس کو اک مستقل زندگی مل گئی اسکو لطفِ بقائے دوام آگیا

خلوتِ عرش سے فرش پر آج وہ انبیا و رسل کا امام آگیا
جسکے قبضے میں کل کائنات آگئی جسکے زیرِ نگیں ہر نظام آگیا

اللہ اللہ شوقِ حضوری مرا ہو گیا طے تصوّر میں سب فاصلہ
مرحلے طے ہوئے جیسے جھپکے پلک جب کھلی آنکھ بیت الحرام آگیا

ہاں سنبھل جوشِ شوقِ زیارت سنبھل شرط پاسِ ادب ہے، زائرِ محمل
سبز گنبد کے جلووں نے مژدہ دیا دیکھ نزدیک دارالسلام آگیا

یوں بھی ہوتا ہے طیبہ کے ارمان میں ذوق و کیفِ تمنّا کے طوفان میں
جیسے اذنِ حضوری مجھے مل گیا جیسے میری طلب کا پیام آگیا

فرضِ تصدیق و تعمیلِ فرمان اب آرزو کا تقاضہ وفورِ ادب
جب کسی نے ترا نام نامی لیا میرے لب پر درود و سلام آ گیا

ان کے جلووں سے کونین معمور ہے فرش سے عرش تک عالم نور ہے
خاتم الانبیا جلوہ فرما ہوئے یا ستاروں میں ماہِ تمام آ گیا

اللہ اللہ معراج کا وہ سماں اٹھ گئے جو حجابات تھے درمیاں
التحیۃ للہ کہا آپ نے اس طرف سے جواباً سلام آ گیا

وہ کہاں اور توصیفِ خیر البشر وہ کہاں اور نعتِ شہِ مرسلین
یہ سعادت بھی اپنی جگہ کم نہیں مدح خوانوں میں شیواؔ کا نام آ گیا

—٥—

ماخذ:

شیواؔ عثمانی کے راقم الحروف کے نام مکاتیب۔
راقم الحروف کا مضمون "بریلی کے خاندان مفتیان کی شاعری کا مختصر جائزہ" مطبوعہ معارف اعظم گڈھ اگست ۱۹۶۷ء۔

صولتؔ: نام اکبر حسن۔
اجداد کا تعلق بدایوں سے تھا۔ بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ فراشی ٹولہ بریلی میں مکان تھا۔ مفتی سلطان حسن خاں احسنؔ کی صاحبزادی منسوب تھیں بسلسلۂ ملازمت گوالیار و مالوہ میں رہے اجین میں جج کے عہدے پر فائز تھے۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری مطابق ۲۷ فروری ۱۹۱۳ء کو بعمر ۶۲ سال وفات پائی۔ بمقام مالوہ لب دریائے سپرا اندرون درگاہ شاہ مولانا مغیث الدین صاحبؒ مدفون ہوئے۔
صاحب دیوان شاعر تھے۔ کلام غیر مطبوعہ تھا دواوین کا کیا حشر ہوا، علم نہیں

بریلی کے جرائد و گلدستوں میں کلام چھپتا تھا۔ جس سے متفرق کلام یکجا کرنے میں مدد ملی۔ نعت گوئی سے خصوصی دلچسپی تھی۔ خود فرماتے ہیں ؎

یوں تو ہندوستان میں شاعر ؛ لاکھوں بے مثل ولاجواب ہوئے
صولتؔ و محسنؔ و امیرؔ و مذاق ؛ مدح خواں چار انتخاب ہوئے

مفتی صادق حسن صادقؔ بریلوی نے جو رشتے میں جناب صولتؔ کے داماد اور مفتی عماد الحسن محوؔ بریلوی کے صاجزادے ہیں مجھے اپنے خسر کا غیر مطبوعہ نعتیہ کلام دکھایا۔ جس میں ایک قصیدہ نعت "خزینۃ البرکات" (۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) محسنؔ کاکوروی کے قصیدے نظم دل افروز (۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء) کی زمین میں ہے میں نے اس معرکۃ الآرا قصیدہ کو مرتب کر کے قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۶۶ء میں چھپوا دیا تاکہ وہ مکمل تباہی سے محفوظ ہو جائے۔ چند نعتیں بھی دیکھیں جن کی نقل محفوظ کر لی۔

اس قصیدے اور نعت کو دیکھنے کے بعد جناب صولتؔ کے قادر الکلام نعت گو ہونے کا ثبوت ملتا ہے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ صاحب نظر و صاحبِ دل انسان تھے اور ان کے نعتیہ کلام میں ان کے جذباتِ صادق کی گرمی ہے۔

نعت

چہرۂ انور نورِ مظہر صلی اللہ علیہ وسلم
ماہِ منور نیرِ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم
شاہِ دو عالم مفخرِ آدم کہفِ معظم سب سے مکرم
خلق مجسم خلق کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم

مالک و مولا ہے وہی اپنا وہی ملجا ہے وہی ہادی
نام الکھیں کا نقش بنا ہے دل پر صلی اللہ علیہ وسلم

اول و آخر سب ہیں ہیں ظاہر انکے مظاہر بیحد و افر
قدرت قادر کا ہے وہ مظہر صلی اللہ علیہ وسلم

صدرِ نبوت تختِ حکومت شافعِ امت روزِ قیامت
تاجِ شفاعت زیب وہ سر صلی اللہ علیہ وسلم

ہے وہی چشمۂ آبِ بقا غربِ مصفی مورد اعلیٰ
جس کے بھٹے جویا خضر و سکندر صلی اللہ علیہ وسلم

گیسوئے جاناں مشک فشاں ہیں جیسے کہ خوشبو کون مکاں میں
دونوں جہاں ہیں ان سے معطر صلی اللہ علیہ وسلم

غالب بر حق کیسے نہ ہو تو صبر ہے تیرا یکتہ پہلو
قوت بازو حیدر صفدر صلی اللہ علیہ وسلم

راہنمائے عاکف و بادی خضر پہ ہر عمراں و لیو ادی
ہے تو ہی ہادی ہے تو ہی رہبر صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبِ عزت صاحبِ دولت صاحبِ ہیبت صاحبِ عظمت
پایۂ رفعت عرش سے برتر صلی اللہ علیہ وسلم

احمد نامی کہف انامی ماہ تمامی سب سے گرامی
سب کے ہیں حامی سب کے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

میں بھی ہوں تیرا مجھکو بھی دینا جام تولا ہے یہ تمنا
ہے یہ تمنا ساقیِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

ہے الکھیں زیبا فخر و تعلی نام سے جن کے دل کو تسلی
نورِ تجلی ہیں وہ سراسر صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں ماحیٔ شرکِ خفی و جلی بوبکر و عمر عثمان و علیؓ
رحمتِ حق کی ان چاروں پر صلی اللہ علیہ وسلم
چاہیئے صولتؔ لب پہ کبھی کہ نام مبارک انکا جب آئے
ساتھ ہی نکلے منہ سے برابر صلی اللہ علیہ وسلم

K R

ماخذ :

آئینۂ دلدار ص ۲۲

مزید حالات و کلام رفیق صادق حسنی سے فراہم ہوئے۔

ضیاؔء ، نام محمد ضیاء اللہ خاں۔
شاگرد حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی و مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی۔
حالات و کلام دستیاب نہیں ہوئے۔

نعت

روضۂ پاک شہ دیں پہ جو جایا کرتا
چین سے دل کی لگی کو میں بجھایا کرتا
رونقِ بزم جہاں میرے ہی دم سے ہوتی
چاند طیبہ کا مرے دل میں جو جلوہ کرتا
ذکر جنت سے تو واعظ نے فقط کان ہی کھائے
کاش یہ مردِ خدا وصفِ مدینہ کرتا
ہم گنہگاروں کو پھر پوچھنے والا تھا کون
گر شفاعت نہ وہ محبوب خدا کا کرتا

جو ہے صحرائے مدینہ میں کہاں وہ اس میں
لے کے رضواں ہی گلستانِ جناں کیا کرتا

کوئی بازارِ قیامت میں تھا سیرا گا ہگ
گرم بازار جو عصیاں کا نہ ہوتا ہوتا

اے ضیاؔ مجھ کو جو طیبہ کی زیارت ملتی
کیوں میں زوار کو پھر یاس سے دیکھا کرتا

—٥—

ماخذ :
آئینۂ مغفرت ص۲۲ ۔
خمخانۂ جاوید جلد ۵ ص۳۸۹ ۔

طالبؔ ، نام محمد علی حسین شاہ ۔
آپ کے اجداد دربارِ دہلی میں نقیب تھے ۔
مختلف سلاسل طریقت میں منسلک تھے ۔ صورت ، سیرت اور پوشش سے صوفی تھے ۔ بازار درزی چوک بریلی میں جلد سازی کی دوکان تھی مولوی قاسم علی خواہاںؔ بریلوی کے شاگرد تھے ۔ صرف نعت گو تھے آپ کی نعتوں میں صوفی کا مزاج ملتا ہے تغزل کی چاشنی نہ ہونے سے خفیف بے کیفی کا احساس ہوتا ہے ۔ مطبوعہ تصانیف کی تفصیل یہ ہے :
۱ ۔ نغمانِ طالبؔ ۲ ۔ مجموعہ ہشت جنت (آٹھ حصص) ۳ ۔ تحفہ چشتیہ
۴ ۔ یادگار طالبؔ (آٹھ حصص) ۵ ۔ طالب مدینہ ۔
۶ ۔ دیوان مدح مرغوب ۔
۱۹۴۵ء میں فوت ہوئے ۔

نعت

نزول اس جا ملائک کا سرِ دربار ہوتا ہے
جہاں ذکرِ جنابِ سیدِ ابرار ہوتا ہے
وہ گھر بیٹھے ہوئے نظارہ کرتے ہیں ترا مولا
میسر جن کو رویا میں ترا دیدار ہوتا ہے
فراقِ شاہِ دیں میں دل مرا بیتاب بے خود ہے
کبھی نالاں کبھی گریاں کبھی خونبار ہوتا ہے
شریعت معرفت سے واقف و آگاہ ہے وہ دل
جو حبِ مصطفیٰ سے بے خود و سرشار ہوتا ہے
تو وہ مقبول شاعر ہے طفیلِ نعتِ احمدؐ میں
کہ تیرا تذکرہ طالبؔ سرِ بازار ہوتا ہے

—o—

ماخذ:

راقم الحروف کا مضمون " علی حسین شاہ طالبؔ " مطبوعہ ماہنامہ آستانۂ زکریا ملتان، جولائی ۱۹۵۸ء۔

طاہر، نام کلن خاں۔
حافظ قرآن تھے۔
آئینۂ مغفرت میں ایک نعت چھپی ہے عنوان میں لکھا ہے " غزل سعید باطن وظاہر . . . "، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر صاحب بسیرت تھے۔
شاعری میں سید مہربان علی خرحاںؔ بریلوی کے شاگرد تھے۔

مزید حالات و کلام فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

وہ محبوب بیشک ہمارا ہوا ہے
خدا کو جو لاریب پیارا ہوا ہے
جو ہے داغِ عشقِ نبی دل کے اندر
یہ مدت میں روشن ستارا ہوا ہے
ہوا ہے محبت سے حضرت تمھاری
ہر اک پھول کھل کر ہزارا ہوا ہے
نہ کیوں دل فدا ہو حبیبِ خدا پر
کہ محشر کا ہم کو سہارا ہوا ہے
عجب کیا کہیں خواب میں تجھ سے حضرت
کہ دیوانہ اب تو ہمارا ہوا ہے
چلا ہند سے ہے جو طیبہ کی جانب
پیمبرؐ کا شاید اشارا ہوا ہے
تبرک ہے تعظیم اوس کی ہے لازم
جو حضرت کا جُبّہ اوتارا ہوا ہے
نبی کو کیا دفن زہرا یہ بولیں
علی تم کو کیونکر گوارا ہوا ہے
وہ پاے گا جنت خدا سے بلاشک
جو عاشق پیمبر تمھارا ہوا ہے

ستاؤ نہ تلمیذ طاہر کو کوئی
یہ عشق پیمبر کا مارا ہوا ہے

—٥—

خذ :

آئینۂ معفرت ص۲۶ ۔

یف ، نام نیاز اللہ خاں ۔

ن روہیل ٹولہ شہر کہنہ بریلی ۔

جد محمد اللہ یار خاں خیر آباد (اودھ) سے ترک وطن کرکے بریلی وارد
ے علمی استطاعت معمولی تھی محکمہ چنگی بریلی کے محکمہ صحت میں ایک معمولی آسامی
رتی ہوئے ۔ بعد کو بریلی کے مشہور وکیل سید یوسف علی کی محرری کی اور
ترقی کی کہ گاؤں خرید کر خود بھی زمیندار بن گئے ۔

ری میں مرزا رستم یار بیگ قیصر کے شاگرد تھے ۔ ہزل گو کی حیثیت سے
ور ہوئے ۔ بعد کو تائب ہو گئے ۔ اور نعت گوئی کا شغل اختیار کیا
مجموعہ نعت بعنوان " دامن پیغمبر " (۱۳۴۹ ہجری / ۱۹۳۰ عیسوی)
ا پریس بریلی میں چھپ چکا ہے ۔

ی نعتوں میں بے ساختہ پن ہے ، جذبات کی گرمی ہے ۔ اپنا نعتیہ
محافل میلاد میں سناتے تھے ۔ آپ کا نعتیہ کلام عوام و خواص میں
ل تھا ۔

۱۹ء میں فوت ہوئے ۔

نعت

جنّت سے فرشتے لاتے ہیں سرکار میں ڈالی پھولوں کی
فردوس سے حوریں لاتی ہیں دربار میں تھالی پھولوں کی

ہے غنچہ وحدت روئے نبی اور سنبل جنت موئے نبی
اللہ یہ ہے خوشبوئے نبی یا روح نکالی پھولوں کی

رخسار کی سرخی صلی علیٰ رنگینی لب سبحان اللہ
اے رشکِ چمن ماشاء اللہ قرآن ہے لالی پھولوں کی

گلزار نبی زہرہ ہیں کلی حسنین ہیں گل غنچہ ہیں علی
ہے گلشن وحدت جسم نبی یا شاخ ہے عالی پھولوں کی

اے ماہ عجم اے مہر عرب طیبہ میں مجھے کر لیجیے طلب
روضہ پہ چڑھاؤں باصد ادب یہ ڈالی نرالی پھولوں کی

یہ نعت نبی کا صدقہ ہے ہر نقطہ بر نگ گلشن ہے
ہر حرف مہک کا مسکن ہے ہر لفظ ہے ڈالی پھولوں کی

ہر رنج سے یہ آزاد رہے مداحِ نبی ہے شاد رہے
اللہ ظریف آباد رہے لایا ہے جو ڈالی پھولوں کی

—o—

ماخذ:

حالات زندگی اور مجموعہ نعت "دامن پیغمبر" آپ کے داماد جناب ظہور الحسن صدیقی ساکن محلہ شاہ آباد نے فراہم کیے۔

عباسؔ و نادرؔ ، نام مرزا عباس بیگ ۔

مرزا ندیم (متوفی ۱۷۳۹ء) مصاحب نادر شاہ درانی ، ان کا جدامجد تھا۔ انگریزی و فارسی میں دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاست رام پور میں ملازم رہے پھر لکھنؤ وارد ہوئے۔ اس کے بعد ریاست باندہ میں درباری شاعر ہو گئے۔ نواب باندہ علی محمد خاں نے قلمدان وزارت بھی آپ کے سپرد کر دیا۔ انگریزوں کے مخالف تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی مخالفت کی۔ نتیجتہً دار پر چڑھائے گئے۔ جرم بغاوت کی بنیاد آپ کا یہ شعر تھا ؎

آخر بھی جھک گیے ترے خالوں کے سامنے
گوروں کے پاؤں اٹھ گیے کالوں کے سامنے

تختۂ دار پر چڑھنے سے پہلے آغا محمد تقی خاں ترقیؔ کا یہ شعر پڑھا جو ضرب المثل بن چکا ہے ؎

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

۱۸۵۸ء میں پھانسی کے وقت آپ کی عمر ۴۰ برس کی تھی۔

شاعری میں ناسخؔ و آتشؔ دونوں سے فیضیاب ہوئے۔ فرماتے ہیں ؎

مشاعرے میں غزل کیا چمکتی اے عباسؔ
جو فیض آتشؔ و ناسخؔ نہ کام کر جاتا

آتشؔ کے مشورے پر نادرؔ تخلص اختیار کیا۔ ہفت دیوان یادگار چھوڑے ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں کلام ضائع ہو گیا۔ ایک دیوان آپ کے صاحبزادے مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ نے طبع کرا دیا تھا۔ وہ بھی ناپید ہے آپ کی اولاد محلہ قصائی ٹولہ شہر کہنہ بریلی میں آباد ہے۔

نعت

خدا ہے تیرا ثنا خوان یا رسول اللہ
بڑی ہے سب سے تری شان یا رسول اللہ

یہ نام وہ ہے کہ جس کی ثنا نہیں ممکن
کہ آپ کہتا ہے سبحان یا رسول اللہ

دل اوس کا نورِ حقیقت سے کیوں نہ ہو روشن
زباں پہ جس کی ہو ہر آن یا رسول اللہ

خدا نے اپنی عنایت سے ہے کیا نازل
تمھارے واسطے قرآن یا رسول اللہ

بہ وقتِ گرمیِ خورشید حشر ہو کافی
تمھارا سایۂ دامان یا رسول اللہ

لکھا ہے لوحِ مقدس پہ خود تمھارا نام
تمھارے نام کے قربان یا رسول اللہ

یہ عرض آپ کی خدمت میں رکھتا ہے عباس
دمِ آخیر ہو آسان یا رسول اللہ

—٥—

ماخذ:

"۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا" از مولانا امداد صابری۔ ص ۳۰۲
آئینۂ مغفرت۔ ص ۲۵

علمی، نام محمد حسن۔
شمسی برادری کے باعزت فرد تھے بریلی میں پل قاضی پر مکان تھا۔ علم و فضل سے آراستہ صوفی منش انسان تھے باعتبار پیشہ مدرس تھے مولوی احمد رضا خاںؒ کے داماد مولانا رضا علی خاںؒ (متوفی ۱۸۶۵ء) کے شاگرد اور مرید و خلیفہ تھے۔ نعت گوئی سے دلچسپی تھی۔ شاعری میں امیر الدین آزادؔ بریلوی (متوفی ۱۸۶۷ء) کے شاگرد تھے کلام دستیاب نہیں ہوا۔ ایک قلمی نعتیہ مثنوی کے چند اوراق جناب فیاض الدین فیاضؔ شمسی بریلوی (متوفی ۱۹۷۵ء) نے مجھے دکھائے تھے۔ مکمل مثنوی مطبوعہ یا قلمی ہمدست نہیں ہوئی۔
علمی کو ابدی شہرت "خطبات علمی" سے ملی جو مساجد میں ہر جمعہ و عیدین کو پڑھے جاتے ہیں۔
علمی کی ایک نعت "آئینۂ مغفرت" میں چھپی تھی جو اس تذکرہ میں منقول ہوئی۔

نعت

دل مرا نعتِ رسول اللہ پر مائل ہوا
شکر حق ہے میں بھی مداحوں میں اب داخل ہوا

لامکاں کا ہے مکیں وہ نورِ ذاتِ کبریا
یہ مقامِ قربِ خیر اس کے کیسے حاصل ہوا

معجزۂ اظہر من الشمس ایک ہے یہ آپ کا
ایک ہی اونگلی سے دو ٹکڑے مہ کامل ہوا

مرتبہ اون کا وہ عالی ہے کہ صدہا مرتبہ
چرخ سے روح الامیں پا بوسی کو نازل ہوا
نور خالق ہے اور ممدوح خالق کا ہے وہ
خلق کا منہ مدح کہنے کے بھی کب قابل ہوا
ہیں یہ عالی جاہ حضرت دیکھ کر جن کے قدم
فخر کرنے والا ہر ایک عرش کا حامل ہوا
کیا کہوں علمیؔ غزل فکر و نزد ہیں مرا
آہ یکدم کبھی نہ خالی رنج و غم سے دل ہوا

—o—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ص۹۔
حالات پنجابی برادری کے چودھری اشتیاق احمد صاحب (متوفی ۱۹۷۶ء) سے ہمدست ہوئے۔
حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ ص۳۰

عاشقؔ، نام سعادت یار خاں۔
شہر کہنہ میں رہتے تھے۔
نیاز احمد خاں ہوشؔ (متوفی ۱۸۹۲ء) شاگرد تھے۔
اپنے دور کے معروف شاعر تھے صف اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے
بریلی کے جن عمر رسیدہ شعراء نے ساٹھ ستر برس پہلے ان کو دیکھا وہ ان کی شاعری کے مداح تھے۔
کلام ہمدست نہیں ہوا۔

نعت

نبی کے عشق میں زاری تو دیکھو
دلِ ناداں کی ہشیاری تو دیکھو

گناہوں پر بھی ہیں امت کے حامی
نبی کی ناز برداری تو دیکھو

سفیدی نام کو باقی نہیں ہے
مری فردِ سیہ کاری تو دیکھو

ازل سے ہے تمھاری زلف کا دھیان
مرے دل کی گرفتاری تو دیکھو

دکھایا خواب میں حضرت کا جلوہ
مرے طالع کی بیداری تو دیکھو

صفت لکھتا ہے روئے شاہ کی یہ
قلم کی میرے گل کاری تو دیکھو

ہوا شیدا نبی کا میں تو عاشق
نصیبوں کی مرے یاری تو دیکھو

—٥—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ص ۲۔

کچھ معلومات منشی علی حسین ضیمہ بریلوی سے فراہم ہوئیں۔

عبقری، نام محمد فاضل ۔

ساکن بزریہ عنایت گنج، شہر کہنہ بریلی ۔

پیدائش ۱۸۷۷ء ۔ والد کا نام محمد کریم بخش۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی ۔
عربی و فارسی کی لیاقت رکھتے تھے ۔

۱۸۹۳ء سے فکر سخن کا آغاز ہوا ابتداً حکیم وہاب الدین خاں مہر بریلوی اوران کے انتقال کے بعد سید احمد حسن شوکت میرٹھی کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے ۔

بریلی میں وقت بہت کم گزرا ۔ فکر معاش میں کانپور، جبلپور، پونا اور کلکتہ میں رہے ۔

زود گو تھے مگر بیشتر کلام تلف ہو گیا ۔ آپ کے صاحبزادے محمد کامل صدیقی کامل بریلوی (متوفی ۱۹۷۴ء) نے باقیماندہ کلام یکجا کر کے طبع کرادیا ۔ اس مجموعے کا نام "ریاض عبقری" ہے اور اس کی طباعت ۱۹۳۴ء میں نظامی پریس بدایوں میں ہوئی ۔

دل میں دردِ قومی رکھتے تھے طبیعت مائل بہ اصلاح تھی اعلیٰ پایہ کے غزل گو بھی تھے ۔ نعت میں اصلاحی رجحان اور زبانِ غزل کی صفائی و ستھرائی کا خاصہ پیدا ہو گیا جو بریلی کے ماحولِ نعت گوئی میں انفرادی خصوصیت تھی ریاض عبقری میں ایسی نعتیہ منظومات بھی شامل ہیں۔ ڈولی، ٹوٹی ناؤ، سونی بجریا، ترچھی نظر، من کی چندریا، یثرب بسیا ۔ جن میں ہندی الفاظ کی پیوند کاری کی گئی ہے ۔

اپریل ۱۹۳۴ء میں فوت ہوئے ۔ خاکِ جبلپور میں آسودۂ خواب ہوئے ۔

نعت

(ایک اقتباس)

روشنیِ مہرِ نبوت کی نہ جب آئی تھی
ظلمتِ کفر کی گھنگھور گھٹا چھائی تھی
گمرہی رہبرِ ہنگامۂ رسوائی تھی
راج تھا جھوٹے خداؤں کا خود آرائی تھی
سب تھے بگڑے ہوئے شیطان کی بن آئی تھی

کوئی تھا ملتِ آزر کے شرر باروں میں
کوئی تھا بادۂ تثلیث کے سرشاروں میں
کوئی تھا دامِ برہمن کے گرفتاروں میں
ذاتِ واحد کے نہ تھا کوئی پرستاروں میں
ہر طرف سنگِ درِ بت پہ جبیں سائی تھی

جب ہوا آپ کا دنیائے مجازی میں ظہور
ذرہ ذرہ کو ملا رتبۂ صد جلوۂ طور
کیا ویراں کدۂ دہر کو بیت المعمور
نورِ توحید سے آفاق بنا بقعۂ نور
کھل گئی سر پہ جو تاریک گھٹا چھائی تھی

جب محمد کی غلامی کا شرف حاصل تھا
تیرا ہر نقشِ قدم رہبرِ صد منزل تھا
جادہ پیمارہِ توحید میں تیرا دل تھا
سنتِ احمدِ مختارؐ کا تو حامل تھا
خادمہ بن کے حکومت ترے گھر آئی تھی

عمل جوش سے کردے عـلم جہل نگوں
اسوۂ احمد مختارؐ سے لے درسِ سکوں
اپنی ہستی کو نہ رکھ دہر میں بیکار زبوں
پھر زمانے کو دکھا دبدبۂ خیبر قروں
گھر میں کھانے کو نہ تھا ہاتھ میں دارائی تھی

—٥—

ماخذ:
"چند شعرائے بریلی" ص ۱۵۶

عبرتؔ، نام تبارک علی۔
امروہہ ضلع مرادآباد میں دسمبر ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام مبارک علی، داروغہ پولیس بدایوں۔ وہ ۱۹۲۶ء میں پینشن لے کر بریلی میں مقیم ہوئے۔
خاندان شیخ صدیقی۔ تعلیم اردو ہندی مڈل (۱۹۲۶ء) اردو ٹریننگ (۱۹۲۷ء) ہندی ٹریننگ (۱۹۲۸ء)۔
۱۹۲۸ء میں محکمہ چنگی بریلی کے پرائمری اسکول کہاڑاپیر میں اسسٹنٹ ٹیچر کی آسامی پر ملازم ہوئے۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں ترقی کر کے ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۶۵ء کو ملازمت سے استعفا دیکر اپنے لڑکوں کے پاس کراچی چلے گئے۔
محلہ کہاڑاپیر تھالی والان میں رہتے تھے۔ بعد کو محلہ شاہ آباد (عقب مسجد گھیر عبدالقیوم خاں) میں مقیم ہوئے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، با اخلاق، باغیرت و باحیا، دوست نواز و وضعدار انسان تھے۔ طبیعت میں

صبر و شکر کا خاصہ تھا ہر حال میں خوش رہتے، ہر شخص کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے۔ میرے کرمفرما تھے۔

شاعری میں ضمیر حسن خاں دلی شاہجہانپوری (متوفی ۱۹۵۸ء) کے شاگرد ہوئے۔ پہلی غزل ۱۹۲۰ء میں کہی اور بدایوں کے علمی ادبی ماحول سے مستفید ہوئے۔ کافی لکھا، کافی پڑھا، مگر ہنوز کلام غیر مطبوعہ ہے ان کے بعض تلامذہ نے بھی شہرت حاصل کی۔ جن میں رفعت حسین کیفی اور انور بیگ انور چغتائی اس وقت بریلی کے صاحب طرز شعراء ہیں۔

اپنی شاعری کے متعلق فرماتے ہیں "نگارش میں جدت اور انفرادیت کے قیام کو ترجیح دیتا ہوں۔ اپنے اسکول کے تتبع کے ساتھ اپنا علیحدہ مقام بنانے کو حاصل شاعری سمجھتا ہوں۔ جدید رنگ میں کافی کہا ہے مگر اس کے نقائص سے دامن کو پاک رکھا۔ اپنی روح کو تجلی کرنے کے لئے شعر کہتا ہوں میرا کردار، میرا پیام، میری شاعری میں نمایاں ہے۔" میں ان کے کردار شخصیت اور شاعری کا معترف ہوں انھوں نے اپنے کلام سحر سے بریلی کے ادبی مقام کو منزلت بخشی ہے۔

نعت

محبوب کی طلب میں نظر جھومتی چلی
ہر نقش پر جھکی کبھی ٹھہری کبھی چلی
دنیا میں بات یوں شہ کونین کی چلی
دریا فروغ حق کے بہاتی ہوئی چلی
قرآن کے جلو میں حدیث نبی چلی
انسانیت جہان چمکی بڑھی چلی

آے نبیؐ جہاں میں ہوئی مطمئن حیات
شر کے بجھے چراغ ہوا خیر کی چلی

خضرِ رہِ حیات ہے آقا کا ہر عمل
مومن کی زندگی بہ سلامت روی چلی

ہر گوشۂ حیات میں سرمستیٔ خیال
نعتِ رسولِ پاک کا رس گھولتی چلی

رحمت ہے دو جہاں کے لئے اسوۂ رسول
اس روشنی میں شام و سحر زندگی چلی

لطفِ خدا نبیؐ کے کرم سے بہ شانِ خاص
تحریکِ دیں جہاں میں بہ سرعت بڑھتی چلی

طیبہ کی سمت جب ہوا آمادۂ سفر
ہمراہ جذبِ شوق کوئی روشنی چلی

یہ امر طے شدہ ہے کہ عبرتؔ جہان میں
بے دین کی چلے گی نہ پہلے کبھی چلی

—٥—

ماخذ:

"پیشِ گفتار" از قلم تبارک علی صدیقی عبرتؔ بریلوی۔ عنایت کردہ جناب انور چغتائی جانشین عبرتؔ بریلوی۔
انور چغتائی نے ہی بہ کمال عنایت عبرتؔ صاحب کے غیر مطبوعہ کلام کا مسودہ دکھایا جس سے ایک نعت اخذ کر کے پیش کی گئی۔

عنایت غوث ، نام شیخ عنایت اللہ۔
ساکن شہر کہنہ بریلی۔
شاگرد عبدالقادر مفتون بریلوی۔
پرانے گلدستوں میں کلام نعت نظر سے گزرا۔ نعت گو کی حیثیت سے ہی معروف ہیں۔ ان کا دور شاعری اس صدی کی ابتدائی دھائیوں کو محیط ہے۔

نعت

نبیؐ کا مدح خواں ہوں نعت گوئی میرا شیوہ ہے
یہی میری عبادت ہے یہی میرا وظیفہ ہے
تمھارے رتبے کا کہنا ہی کیا بے مثل رتبا ہے
بڑے رتبے کا رتبہ ہے بڑے پایہ کا پایا ہے
گناہوں سے خجل ہوں پرسشِ محشر سے ڈرتا ہوں
مدد ہو یا رسول اللہ تمھارا ہی بھروسا ہے
پکارا رہتا ہوں میں درد و غم و رنج و مصیبت سے
ہمیشہ شاد ہوں یہ نعت گوئی کا نتیجا ہے
یہ دنیا ہو کہ عقبیٰ جس جگہ دیکھا تمھیں دیکھا
تمھاری بات اعلیٰ ہے تمھارا بول بالا ہے
تمنا ہے کہ میری جان نکلے جاکے طیبہ میں
جو طیبہ میں مروں جاکر تو یہ مرنا بھی جینا ہے
ہوا ہے شوق جب سے میرے دل کو نعت گوئی کا
عنایت غوث میرا نور سے معمور سینا ہے

ماخذ:

ماہنامہ کمال دہلی۔ فروری ۱۹۱۲ء۔

فرحاںؔ، نام سید مہربان علی۔

والد کا نام سید بہادر علی۔ ان کا شجرہ نسب وہی ہے جو مولوی قاسم علی خواہاںؔ کے سلسلے میں منقول ہوا۔ خواہاںؔ صاحبزادے تھے سید ولایت علی کے اور سید ولایت علی صاحبزادے تھے۔ میر محبوب علی کے جو سید بہادر علی کے برادر تھے فرحاںؔ کی پیدائش بریلی میں اور تربیت رامپور میں ہوئی۔ آپ ریاست رامپور کے توپ خانے میں حوالدار تھے۔ ریاست رامپور کی طرف سے آپ کو موضع جام عطا ہوا جو آجکل تحصیل بہیڑی ضلع بریلی میں ہے آپ لاولد فوت ہوئے آپ کی جائداد خواہاںؔ کے تصرف میں گئی۔ آپ نے ابتدا میں مہرؔ تخلص اختیار کیا، بعد کو فرحاںؔ کے تخلص سے معروف ہوئے ان کے خاندان کے زیادہ تر افراد تخلص گنمار تھے اور ان کے خاندان میں دور شاعری متواتر جاری رہا۔

فرحاںؔ کو صرف نعت گوئی سے دلچسپی تھی اردو اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے ابتدا میں خواجہ آتشؔ لکھنوی کے شاگرد ہوئے آتشؔ کی وفات (۱۸۴۶ء) کے بعد امیر الدین آزاد بریلوی (متوفی ۱۸۶۷ - ۱۸۶۸ء) سے رجوع کیا۔ ان کے دو غیر مطبوعہ دواوین سید تعظیم علی نقوی کے پاس کراچی میں محفوظ ہیں کلام غیر مطبوعہ بھی فراہم نہیں ہوا۔ ایک نعت آئینہ مغفرت میں شائع ہوئی تھی جو ہدیہ قارئین ہے۔

دیوان واعظ بریلوی میں سید مہربان علی فرحاںؔ کو مرحوم لکھا گیا۔ یہ دیوان ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء/۱۸۸۵ء میں شائع ہوا تھا گویا ۱۸۸۴ء میں فرحاںؔ زندہ نہیں تھے۔

نعت

بچایا نارِ دوزخ سے عنایت اس کو کہتے ہیں
خدا سے پہلے بخشایا شفاعت اس کو کہتے ہیں

ذرا وصفِ لبِ شیریں حضرت منہ سے نکلا تھا
ہیں مثلِ شہد لب میٹھے حلاوت اس کو کہتے ہیں

اویسِ خستہ نے دی جان شوقِ وصلِ حسرت میں
اسے کہتے محویتِ محبت اس کو کہتے ہیں

خدا نے دید کی خاطر شبِ معراج بلوایا
بڑھا یا رتبہ ہر رتبہ فضیلت اس کو کہتے ہیں

تولد جب ہوئے ختمِ رسل تو دونوں شانوں پر
عیاں مہرِ نبوت تھی رسالت اس کو کہتے ہیں

پھرایا دستِ اقدس جس ذبیحہ پر وہ جی اٹھا
اسے اعجاز کہتے ہیں کرامت اس کو کہتے ہیں

رہے ثابت قدم دائم رہِ الفقر فخری پر
توکل پر قناعت کی قناعت اس کو کہتے ہیں

کہیں گے نفسی نفسی روزِ محشر انبیائے حق
نبی بخشائیں گے سب کو مروت اس کو کہتے ہیں

ہمیشہ پیروی کی حکمِ فرمانِ الٰہی کی
رہے پابند طاعت کے اطاعت اس کو کہتے ہیں

کیا رحمت اللعالمیں اللہ نے ان کو
پڑھو صلو علیہ شانِ رحمت اس کو کہتے ہیں

جو کافر آئے بہر امتحاں تو چاند کو فوراً
کیا انگلی سے دو ٹکڑے اشارت اس کو کہتے ہیں
تمنا ہے مدینے کی زمیں رہنے کو مل جائے
بہشتیں آٹھ ہیں لیکن بہر ہم تو جنت اس کو کہتے ہیں
ہیں جتنے عاشق حضرت وہ سن کر شعر خواہاں کے
کہیں گے مرحبا کے ساتھ مدحت اس کو کہتے ہیں

—٥—

ماخذ :

انتخاب یادگار - امیر مینائی - ص ۳۷۰
آئینۂ مغفرت - ص ۱۶
وہ حالات جو فرحاں کے اہلِ خاندان نے بتائے -
دیوان سید وحید الدین عرف محمد عبد الوحید واعظ بریلوی ۱۳۰۲ھ
واعظ بریلوی کے دادا سید علی اور میر قاسم علی خواہاں کے والد
میر ولایت علی آپس میں برادران حقیقی تھے -

فخر، نام سید فخر الدین -
ساکن محلہ سرائے بچھنة (چھوٹا دروازہ) بریلی -
بانک بنوٹ اور فنِ خطاطی کے معروف استاد تھے -
شاعری میں نواب عبد العزیز خاں عزیز بریلوی (متوفی ۱۸۹۱ء) کے شاگرد تھے - عربی فارسی اردو کے عالم تھے - ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی - غزل و نعت گوئی میں شہرت پائی - فارسی میں بھی لکھتے تھے -
کلام محفوظ نہیں رہا - پرانے گلدستوں میں کلام مل جاتا ہے جو تبرک سے

زیادہ نہیں۔

بریلی کے معزز و معروف فرد تھے۔ ۱۹۱۹ء میں وفات پائی۔

نعت

مرے دل میں خیال روئے آنحضرت کا نقشا ہے
مراقب ہوں مجھے ہر وقت مصحف کا نظارا ہے
ڈھلا جو نور کے سانچے میں سب ان کا سراپا ہے
اسی باعث سے جسم پاک کا معدوم سایا ہے
خدائے پاک خود مداح ہے قرآں میں ان کا
اُتاری ان کے وصفِ خاص میں لیٰسین وطٰہٰ ہے
جسے چاہو نبی تم نعمتِ خلدِ بریں دے دو
تمھارے پاس حق سے باغِ جنّت کا اجارا ہے
مدینہ کی زمیں میں دفن ہو جا کر مرا لاشہ
خدا سے ہر گھڑی اے فخر یہ میری تمنّا ہے

—٥—

ماخذ:

حالات جو آپ کے ہم محلہ جناب رضا صدیقی (متوفی ۱۹۷۸ء) سے معلوم ہوئے۔
گلدستہ کمال دہلی۔ فروری ۱۹۱۲ء۔

قبولؔ، نام شیخ مقبول حسین۔
مولوی قاسم علی خواہاںؔ کے شاگرد تھے۔
نعت گوئی کو ہی پیشہ شاعری سمجھا۔ نعت گو کی حیثیت سے مشہور تھے
حالات اور کلام فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

پیشوا پیشِ خدا آنسو بہاتے جائیں گے
اور گنہگارانِ امت بخشواتے جائیں گے

جرمِ عصیاں امتِ عاصی کے روزِ رستخیز
دامنِ الطاف و رحمت میں چھپاتے جائیں گے

وہ حرارت اور گرمی سوزشِ خورشید کی
پانی پانی آبِ رحمت سے بناتے جائیں گے

بیقراری آہ و زاری جب کہ ہوگی حشر میں
عقدۂ مشکل عاصیوں کے حل کراتے جائیں گے

روزِ محشر بخشوا کر وہ خدائے پاک سے
عاصیوں کو داخلِ جنت کراتے جائیں گے

جان باقی جسم میں ہے اس جہاں میں جب تلک
مومنوں کو وصفِ احمدؐ ہم سناتے جائیں گے

روزِ محشر اس نبی کو پائیں گے جب ہم قبولؔ
اپنا سر پائے مبارک پر جھکاتے جائیں گے

ماخذ: آئینۂ مغفرت - ص ۲

لطف، نام لطف علی خاں۔

والد کا نام حسن علی خاں جو بڑے زمیندار تھے۔ ساکن محلہ گسگران بریلی۔ باعمل اور صوفی منش بزرگ تھے تمام عمر صرف نعت لکھی نعتیہ شاعری دو دواوین پر مشتمل تھی ایک دیوان ضائع ہوگیا۔ ایک دیوان جو محفوظ رہا بمطبع آئینۂ سکندری میں ۱۲۷۰ ہجری/۱۸۵۳ عیسوی کو شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء کو اور تیسرا ایڈیشن ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء کو شائع ہوا۔ اس دیوان میں نعتیہ غزلیات، ایک مخمس، ایک مسدس اور ایک تضمین ہے۔

شاعری میں بریلی کے مشہور نعت گو سید احسان علی احسنؔ کے شاگرد تھے لطفؔ کو شمالی ہند کے مشاہیر نعت گویان میں شمار کیا جاتا ہے۔ مؤلف شعر الہند (جلد دوم) نے نعتیہ شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے ان کا تذکرہ کرامت علی خاں شہیدیؔ اور مولوی غلام امام شہیدؔ کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے باوصف کہ بریلی کے شعراء پر لکھنوی طرز شاعری کے اثرات پڑنا شروع ہوگئے تھے۔ لطفؔ ان اثرات سے محفوظ رہے انھوں نے سادہ سلیس اور بامحاورہ زبان میں سامنے کے مضامین نعت نظم بند کیے۔ جو دراصل ان کی ادبی بقا سے عبارت ہیں۔

جہاں تک نعتیہ شاعری کا تعلق ہے لطف علی خاں لطفؔ کو بریلی کی نعتیہ شاعری کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔ ان کا انتقال سنہ ۱۸۶۹ء میں ہوا۔

نعت

کوئی نہیں تمہارا ہمسر مرے پیمبرؐ
لاریب تم ہو سب سے برتر مرے پیمبرؐ

ہوں برق سے فزوں تر مضطر مرے پیمبرؐ
شعلے بھڑک رہے ہیں دل پر مرے پیمبرؐ
اب تو بلا لو اپنے در پر مرے پیمبرؐ
کب تک پھرا کروں میں دردر مرے پیمبرؐ
وردِ زباں یہی ہے اکثر مرے پیمبرؐ
قرباں ہوں جان و دل سے تم پر مرے پیمبرؐ
ملکِ عرب میں حضرت ہندوستاں میں بندہ
چین آئے میرے دل کو کیونکر مرے پیمبرؐ
ابرِ کرم کو اپنے فرمائیے اشارہ
دھو ڈالو سب گنہ کے دفتر مرے پیمبرؐ
آوارہ کو بجو ہے رہبر کی جستجو ہے
لو اب بلا لو اپنے در پر مرے پیمبرؐ
ہر دم یہ آرزو ہے ہر دم یہ التجا ہے
بھولوں نہ یاد تیری دم بھر مرے پیمبرؐ
دشوار تھا پہنچنا جنت میں تھا نہ آساں
اے لطف گر نہ ہوتے رہبر مرے پیمبرؐ

—٥—

ماخذ:

حالات مولوی لیاقت علی خاں ساکن محلہ قلعہ بریلی (متوفی ۱۹۷۵ء) سے معلوم ہوئے۔ لطف علی خاں آپ کے پھوپا تھے دیوان لطف راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے ایک نعت آئینۂ مغفرت میں بھی طبع ہوئی تھی۔ (ص ۱۱)

لبیقؔ ، نام شیخ امیر اللہ۔
شاگرد سید مہربان علی فرحاںؔ بریلوی۔
حالات اور کلام فراہم نہیں ہوئے۔
صاحبِ دیوانِ نعت تھے۔ ان کے نعتیہ دیوان کی اشاعت کے موقع پر مولانا حسنؔ بریلوی نے تاریخی قطعہ لکھا اور مصرع "نعت کا جو سخن ہے زیبا ہے" (۱۳۱۰ ہجری / ۹۳ - ۱۸۹۲ء) سے تاریخ برآمد کی۔
آئینۂ مغفرت میں دو نعتیں طبع ہوئیں۔ عام روش سے ہٹ کر کچھ جدت کچھ دقت کا احساس ہوتا ہے ممکن ہے دبستان لکھنؤ سے متاثر ہوئے ہوں۔ آئینۂ مغفرت کے مرتب نے انھیں "شاعرِ مضامینِ دقیق" لکھا ہے اپنے عہد کے معروف نعت گو تھے۔

نعت

نورِ احمد سے جو پھیلی آسماں پر چاندنی
ہو گئی خود ماہ کی غیرت سے کمتر چاندنی
ماہ کی معلوم ہو گیا مجھ کو بہتر چاندنی
ہے رخِ پاکِ حبیبِ حق کی بڑھکر چاندنی
روشنی مصطفیٰ سے ہو گئی ایسی خجل
منہ چھپا کر رہ گئی نکلی نہ باہر چاندنی
سب ملک کہتے تھے آیا کون ہے بدرالدجیٰ
جو تصدق ہونے کو کھاتی ہے چکر چاندنی
شب کو جو نکلے نبی تو پائے بوسی کے لئے
بچھ گئی قدموں کے نیچے فرش بن کر چاندنی

چند روزہ ہوگئی تھی ماہ کنعاں کی چمک
مصطفیٰ کے نور کی اب تک ہے گھر گھر چاندنی

کیا حقیقت ہے قمر کی جب نکلتے تھے جناب
ہر گلی کوچے میں کھلتی تھی برابر چاندنی

واہ وا کیا نور ہے کیا نور ہے صلی علیٰ
سامنے روئے نبی کے ہے مکدر چاندنی

بعدِ مردن کلمۂ طیب کی برکت سے لئیق
ہے یقیں ہوگی ترے مرقد کے اندر چاندنی

—٥—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ۱۲
ثمر فصاحت ص ۱۸۷

محسنؔ، نام سید محسن علی۔
شاگرد میر محمد حسین فرحتؔ پسر میر غلام علی عشرتؔ بریلوی (متوفی ۱۸۲۱ء)
و نواب عبدالعزیز خاں عزیزؔ بریلوی (متوفی ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء)۔
آئینۂ مغفرت میں ان کو "پیر و مضامین باطن" لکھا گیا ہے۔
حالات و کلام ہمدست نہیں ہوئے۔

نعت

صفت لکھنے کو نورِ مصطفیٰ کی،
زباں لاؤں کہاں سے میں خدا کی

غش آیا طور پر موسیٰ کو جس سے
تجلی تھی وہ نورِ مصطفےٰ کی

کوئی اس بھید کو پہنچا نہ پہنچے
محمد رمز ہے ذاتِ خدا کی

جھپکتی ہے فلک پر چشمِ خورشید
عجب ضو ہے کسی کے نقشِ پا کی

بڑھا یہ انتظارِ وصلِ احمد
گھٹا کی عمر بیجا کی بڑھا کی

ہوا خود صانعِ قدرت بھی مداح
بنا کر شکل میرے دلربا کی

قضا گر ہجر میں آئے گی محسن
تو بسم اللہ جو مرضی خدا کی

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص

مداح، نام محمد میاں۔
آئینۂ مغفرت میں انھیں " بندۂ ایزد فتاح نواب محمد میاں " لکھا گیا۔
شاگرد تھے سید مہربان علی فرحاں بریلوی کے۔
مفصل حالات و کلام فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

انبیا دھوم مچاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
قدسیاں مژدہ سناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
دیکھ کر رشتہ کی سواری کو ملائک باہم
یوں اشاروں سے بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آمد آمد کی خبر سن کے حسینانِ فلک
شرم سے منہ کو چھپاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
کہیں حوروں کے پرے اور کہیں غلماں کے ہجوم
راہ میں پلکیں بچھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
سرد ہے نار تو رضواں بخدا آج کی شب
کیا جنت کو سجاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
ہے جو زواروں کی کثرت تو فلک پہ جبریل
بھیڑ رستے سے ہٹاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آج مشتاقوں کا حضرت کے ہے مداح یہ حال
گل سے پھولے نہ سماتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

—ہ—

ماخذ:
آئینہ مغفرت ص ۱۶۔

مسرور، نام شمس الدین خاں۔
پنجابی ٹولہ شہر کہنہ میں مکان تھا۔

پرچون کی دوکان تھی۔
مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ کے شاگرد تھے۔
نصف صدی قبل بریلی کے معروف نعت گویان میں شمار کیئے جاتے تھے۔

نعت

جو صدقِ دل سے نبیؐ پر نثار ہو جاتا
تو خاص بندۂ پروردگار ہو جاتا
مچلتا پھرتا میں قدموں پہ لوٹتا پھرتا
مرے حضور کا مجھ پر جو پیار ہو جاتا
رگڑتا اپنی جبیں روضۂ مقدس سے
مدینہ میں جو کسی دن گذار ہو جاتا
جھلک جو پڑتی رخِ یار کی تجلی کی
ہمارے سینہ میں دل بے قرار ہو جاتا
بلاتے ہند سے مسرورؔ کو اگر سرکارؐ
نثار روضہ پہ یہ خاکسار ہو جاتا

—۵—

ماخذ:
گلدستۂ شکوۂ یار بجنور، مئی ۱۹۱۰ء
حالات علی حسین ضمیرؔ بریلوی مرحوم سے معلوم ہوئے۔

منتقمؔ، نام سید انتقام الحسین۔

پیدائش سنہ ۱۹۱۸ء۔

آبا و اجداد بعہد ہمایوں ایران سے ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے مورثِ اعلیٰ جناب سید فیض اللہ بعہد ہمایوں قصبہ سینتھل (تحصیل نواب گنج ضلع بریلی) کے حاکم تھے۔

ابتدائی تعلیم بریلی میں حاصل کی۔ وکالت کا امتحان علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے سنہ ۱۹۴۷ء میں پاس کیا اس کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے اردو کا امتحان پاس کیا۔ دونوں امتحانوں میں فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔

سنہ ۱۹۴۷ء سے عدالت ججی بریلی میں وکالت شروع کی جو ہنوز جاری ہے محلہ قلعہ نزد جامع مسجد بریلی مکان ہے۔

بڑے بھائی سید اظہار الحسین قمرؔ تلمیذ سید نفیس علی سحرؔ کے زیر اثر شاعری کا آغاز ہوا۔ بعد کو حیدرؔ دہلوی اور نجمؔ آفندی سے اصلاح وصول کی۔

ہر صنفِ سخن میں شعر کہتے ہیں۔ پڑھے لکھے شاعر ہیں اہل علم کے مشاعروں میں شریک ہوتے ہیں ہر سال عید الفطر کے موقع پر اپنے موروثی مکان واقع سینتھل میں مشاعرہ کراتے ہیں، بامروت، خلیق، اور وضعدار انسان ہیں۔

کلام میں قدرے نیا پن ہے۔

نعت

غمِ دل کی محمد مصطفیٰؐ تک بات جا پہنچی
سنبھل اے گردشِ دوراں خدا تک بات جا پہنچی
ہوئی تھی قبر میں کچھ گفتگو میری فرشتوں سے
یہ سنتا ہوں محمد مصطفیٰؐ تک بات جا پہنچی

میرے آقا خبر لیجے گرفتارِ مصائب کی
گذر کر ابتدا سے انتہا تک بات جا پہنچی
کوئی کہہ دے یہ میری مشکلوں سے اب گذر جائیں
نتیجہ کیا اگر مشکل کشا تک بات جا پہنچی
زبانِ منتقم خاموش تھی اس غم کی دنیا میں
مگر دل کی تڑپ سے مصطفےٰ تک بات جا پہنچی

—٥—

ماخذ:

اپنے حالات و کلام سید انتقام الحسین نے عطا فرمائے۔

مست، نام دیوی پرشاد۔

والد کا نام پنڈت بابو رام۔ قوم برہمن گوڑ۔ ساکن محلہ ساہوکارہ بریلی۔

تاریخ پیدائش ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء۔ تعلیم ایف اے تک۔

شاعری کا شوق سن ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوا۔ کشن لال ثاقب بریلوی (متوفی ۱۹۸۴ء) کے شاگرد ہوئے۔

"گلہائے عقیدت" کے نام سے نعتیہ کلام کا مجموعہ سنہ ۱۹۷۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔

کلام صاف ستھرا اور بے عیب ہے۔

مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ ہر مشاعرے میں خواہ وہ نعت کا ہو یا منقبت کا یا محض غزل کا۔ ان کی آؤ بھگت ہوتی تھی۔

میرے کرمفرما تھے۔

اگست ۱۹۸۵ء میں بعارضہ سرطان انتقال کیا۔

نعت

زبانِ خلق پر ہے ہر نفس چرچا محمدؐ کا
خدا ہی جانتا ہے مرتبہ ہے کیا محمدؐ کا

خدا سے پھر گیا جو پھر گیا ان کی محبت سے
خدا کا ہو گیا جو ہو گیا بندہ محمدؐ کا

حرم ہو دیر یا ہو کلیسا کوئی منزل ہو
ہر اک منزل سے مل سکتا ہے دروازہ محمدؐ کا

یہی منشائے قدرت ہے یہی ایماں ہمارا ہے
خدا کے بعد ہے سب سے بڑا درجہ محمدؐ کا

مرادیں دل کی ملتی ہیں جہاں رحمت برستی ہے
خدا کے فضل سے ہے وہ درِ والا محمدؐ کا

نوازا اپنی رحمت سے ہمیشہ اہلِ حاجت کو
خلوصِ خاص سے لبریز ہے سینہ محمدؐ کا

نظر آیا ہے طوفانِ حوادث دامنِ ساحل
زباں پر نامِ نامی جس گھڑی آیا محمدؐ کا

اگر ہو دیدۂ دل پر ضیا تو پھر نظر آئے
زمیں سے آسماں تک جلوہ ہی جلوہ محمدؐ کا

جہاں کا جو بھی جلوہ ہے وہ ہے افسانۂ جلوہ
حقیقت در حقیقت مستند ہے جلوہ محمدؐ کا

ماخذ:

حالات مست بریلوی نے اپنے قلم سے لکھ کر عطا کیئے۔ سانحہ ہی گلہائے عقیدت کا ایک نسخہ بھی مرحمت کیا۔

یہ نعت گلہائے عقیدت سے اخذ کی گئی ہے۔

نعیم، نام مرزا ابراہیم بیگ۔

شاگرد نیاز احمد خاں ہوش بریلوی (متوفی ۱۸۹۷ء)

آئینہ مغفرت کے مرتب نے انھیں "مرد فہیم" لکھا ہے۔

مفصل حالات وکلام دستیاب نہیں ہوئے۔

نعت

مومنو کچھ غم نہیں محشر کا امت کے لئے
نامِ احمد حرزِ جاں ہے ہر مصیبت کے لئے

چار یارِ باصفا ہیں گر نہ ہوتی بوئے سنہ
منتخب ہوتے نہ وہ ہرگز خلافت کے لئے

دیکھنا کیا شور ہوگا عاصیوں میں اوس گھڑی
تخت پر بیٹھے گا جب خالق عدالت کیلئے

اوس کو کچھ اصلا نہیں غم روزِ محشر کا ذرا
ہوں جنابِ مصطفیٰ جس کی حمایت کیلئے

رحمت اللعالمین اللہ نے تم کو کیا
تم ہو رحمت کے لئے رحمت ہے امت کیلئے

مومنو کیا خوف ہے تم کو عذابِ قبر کا
نام احمد پاس رکھتے ہو حفاظت کے لیے
نارِ دوزخ کا نہیں کچھ خوف مجھ کو اے نعیم
حبِ زلفِ شاہ کافی ہے شفاعت کیلئے

—٥—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت۔ ص ۲۳

ناجی، نام سید سلطان احمد۔
شاگرد حضور احمد خاں آثم بریلوی (متوفی ۵ ھ ۱۹ ء)
آئینۂ مغفرت میں ان کو "شیفتہ نعت" لکھا گیا ہے۔
مفصل حالات فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

جو ان کا حق تعالیٰ مدح خواں ہے
لکھوں میں نعت کیا تاب و تواں ہے
طوافِ روضۂ حضرت ہے دن رات
نہیں بیکار دور آسماں ہے
جو اصحابِ پیمبر سے ہے منکر
عدوے مصطفےٰ وہ بے گماں ہے
کیا ہے مجھ کو امت میں نبیؐ کی
خدا ہم پر ہمارا مہرباں ہے

رسولوں کو نہ کیوں ہو فخر اُس سے
وہ محبوبِ خدا فخرِ زماں ہے
مدینے میں بلا لو اے شہِ دیں
تمھارے ہجر میں یہ نیم جاں ہے
بھلا ناطق کروں کیا وصف اون کا
کہ جن کا ربِّ عالم مدح خواں ہے

—٥—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت۔ ص ۲۳

ناطق، نام علی حسین خاں۔
شاگرد سید ہدایت علی ہدایت بریلوی برادر سید مہربان علی فرحاں۔
آئینۂ مغفرت میں انھیں "عاشق صادق" تحریر کیا گیا۔
مفصل حالات وکلام دستیاب نہیں ہوئے۔

نعت

کوئی گلزار نہ گلشن نہ گلستاں دیکھا
جیسا گلزارِ مدینہ کا بیاباں دیکھا
جب سے نظروں میں بسی روضۂ حضرت کی بہار
آنکھ اٹھا کر نہ رُوئے روضۂ رضواں دیکھا

آگیا ارض و سما ہمایہ میں جس کے یکسر
دونوں عالم سے فراخ آپ کا داماں دیکھا
عشق میں گیسوئے حضرت کے کسی نے مجھ
بے سر و پا نہ کوئی بے سر و ساماں دیکھا
کیا تجلّی رخِ روشن کی ہے اللہ اللہ
رو برو جس کے مہ و مہر کو حیراں دیکھا
حق تو یہ ہے کہ نبی خضرِ رہِ عرفاں ہیں
خلق نے اون کے سبب جلوۂ یزداں دیکھا
مرشدنا فرزندِ محبوبِ خدا ہیں ناطق
جز قدم بوس نہ اس درد کا درماں دیکھا

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت۔ ص ۲۶

ناصر، نام ناصر الدین احمد۔
والد کا نام حضرت خواجہ طفیل علی۔ سلسلۂ طریقت چشتیہ صابریہ۔ مولد قصبہ منیہاران ضلع سہارن پور۔
پیدائش ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء۔ نسب سیدنا ابو ایوب انصاری رضؓ سے ملتا ہے۔ بریلی میں مرزا غلام حیدر بیگ (موٹے مرزا) شیخ خلیل الدین شاہ والے اور آنولہ کے حکیم خاندان نے آپ کی خدمت کی۔ آپ کے مرید خاص جناب حاجی محمد لبین (پدر محمد مبین بدر شمسی) نے تو ایسی خدمت کی کہ باید و شاید ان خانوادوں میں آپ کی تصنیفات اور پرانی باتیں، جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوئیں

محفوظ ہیں۔

آپ بلند پایہ صوفی و شاعر اور کثیر التصانیف بزرگ تھے آپ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ التنقیح الادق فی اصلاح تحقیق الحق ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء
۲۔ موج کوثر ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء، ۳۔ لمعۂ برق جلال ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء
۴۔ ترانہ ناصر ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء، ۵۔ خزینہ رحمت ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء۔
۶۔ فردوس شہادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء، ۷۔ مناقب صابر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء
۸۔ نغمہ عشق، ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء، ۹۔ فغان ناصر ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء، ۱۰۔ مباحثہ رائے پور در بارہ مولود ۱۱۔ شجرہ طیبہ ۱۲۔ مثنوی پیکر حسن و نشر ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء ۱۳۔ مباحثہ اعظم گڈھ منظوم ۱۴۔ چمنستان نعت ۱۵۔ دیوان نعتیہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء ۱۶۔ طنطنۂ صولت ۱۷۔ مجموعہ مکتوبات ناصر فارسی غیر مطبوعہ ۱۸۔ کلام معشوق چشتی یعنی دیوان فارسی غیر مطبوعہ ۱۹۔ مسدس ناصری اردو غیر مطبوعہ ۲۰۔ تنبیہ وہابیہ غیر مطبوعہ ۲۱۔ کلیات اردو غیر مطبوعہ ۲۲۔ کلیات فارسی غیر مطبوعہ۔

کتابوں کی اس فہرست سے ناصرؒ کی ادبی عظمت کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا ان کی نعتیہ شاعری میں واردات قلب اور کوثر میں ڈھلی ہوئی زبان کی چاشنی ہے۔ وہ بلاشبہ افضل و اعلیٰ نعت گو تھے ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ عیسوی میں واصل حق ہوئے۔ ان کے عزیز دوست مولوی احمد رضا خاںؒ نے جسد کو قبر میں اتارا۔ مسجد نو محلہ بریلی میں مدفون ہوئے۔ مقبرہ مرجع خلائق ہے۔ ہر سال رمضان میں عرس ہوتا ہے۔

نعت

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک درِ رسولؐ کا سرمہ لگائیں ہم

جالی پکڑ کے روضۂ گردوں جناب کی
سب حالِ دل رسولِ خدا کو سنائیں ہم
آنکھیں ملیں کبھی درِ اقدس پہ اور کبھی
آنکھوں سے اپنی خون کے دریا بہائیں ہم
سجدہ کریں ہم آپ کی محراب کی جگہ
قدموں کی جا پہ لختِ جگر کو بہائیں ہم
احوالِ دل کہیں کبھی حجرے کے سامنے
منبر کے سامنے کبھی غوغا مچائیں ہم
لبیک کو زباں پہ کبھی لائیں شوق سے
صلِ علیٰ کا غُل کبھی رو کر مچائیں ہم
تم دیکھو یا نہ دیکھو مگر مثلِ شمع بزم
جل جل کے جاں کو خاک میں اپنی ملائیں ہم
سوزِ غمِ رسولؐ کے وہ دل جلے ہیں ہم
اک آہِ آتشیں سے سقر کو جلائیں ہم

— ۵ —

ماخذ:

راقم الحروف کا مضمون ''مولوی ناصر الدین احمد ناصرؔ'' مطبوعہ ماہنامہ آستانہ زکریا ملتان اکتوبر ۱۹۵۸ء۔

نوریؔ، نام مصطفےٰ رضا خاں۔
والد کا نام مولوی احمد رضا خاں رحؒ رضا بریلوی۔
پیدائش بروایت مولوی حسنین رضا خاں مرحوم سنہ ۱۸۹۰ء ساکن محلہ

سوداگران بریلی۔ صاحب زہد و تقویٰ، نمونہ خدمت خلق، حامل شریعت حامی اہلسنت والجماعت، واقف اسرار طریقت، مرید و خلیفہ شاہ ابو الحسن عرف نوری میاں مارہروی (متوفی ۱۹۰۵ء) آپ علم و فضل اور خدا کی دیگر نعمتوں سے متصف ہونے کے ساتھ اعلیٰ پایہ کے نعت گو بھی تھے آپ کے خاندان نے اردو نعت گوئی کا اعلیٰ معیار قائم کیا ہے آپ کے والد جناب مولوی احمد رضا خاں رضا بریلوی اور آپ کے چچا جناب حسن رضا خاں حسن بریلوی کا شمار اردو کے بلند پایہ نعت گویان میں ہوتا ہے آپ کا نعتیہ کلام حلقہ اہلسنت والجماعت کے جرائد میں شائع ہوا اور تھوڑا نعتیہ کلام "قبالہ جنت" (۱۹۷۱ء) میں طبع ہوا ہے آپ کے تمام نعتیہ کلام کی تدوین کی ضرورت ہے۔

میرے دادا سید احمد حسن شاہ (متوفی ۱۹۴۲ء) کے پیر بھائی تھے میرے دادا کے برادر کلاں سید محمد حسن شاہ (متوفی ۱۹۰۷ء) کو اپنا بزرگ جانتے تھے کیونکہ انکا تعلق قلبی مولوی احمد رضا خاں صاحب سے تھا میرے نانا سید ایوب علی رضوی (متوفی ۱۹۷۱ء) کی بحد تکریم کرتے تھے اہل سوداگران نے سادات کی جو توقیر کی وہ دوسروں کیلئے ایک مثال ہے آپ کا وصال ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی بریلی کی تاریخ میں ایسا منظر کسی بھی موقع پر دیکھنے میں نہیں آیا۔

نعت

تو شمعِ نبوت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہِ رسالت ہے اے جلوۂ جانانہ
جو ساقیِ کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے
ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ
دل اپنے چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے
کر آنکھیں بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ

سرشار مجھے کردے یک جام لبالب سے
تا حشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

مست مے الفت ہے مدہوش محبت ہے
فرزانہ ہے دیوانہ دیوانہ ہے فرزانہ

میں شاہ نشیں ٹوٹے دل کو نہ کہوں کیسے
ہے ٹوٹا ہوا دل ہی سرکار کا کاشانہ

کیوں زلف معنبر سے کوچے نہ مہک اٹھتے
ہے پنجۂ قدرت جب زلفوں کا تری شانہ

اس در کی حضوری ہی عصیاں کی دوا ٹھہری
ہے زہر معاصی کا طیبہ ہی شفاخانہ

ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے ترا بلبل پروانہ ہے پروانہ

سنگ در جاناں ہے ٹھوکر نہ لگے اس کو
لے ہوش پکڑ اب تو اے لغزش مستانہ

آباد اسے فرما ویراں ہے دل نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

—٥—

ماخذ:

تبالۂ جنّت ص ۹ تا ص ۲۳

فاضل بریلوی ص ۸۷

نعت مولوی تحسین رضا خاں تحسینؔ بریلوی بن مولوی حسنین رضا خاں بن مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی بن مولانا نقی علی خاں نے فراہم کی۔

وامق، نام سید محمد فدا علی۔

ساکن گھیر فتح محمد خاں۔ شہامت گنج۔ شہر کہنہ بریلی۔

سلسلہ قادریہ رزاقیہ چشتیہ نظامیہ میں اشرفی میاںؒ (سید محمد علی حسین کچھوچھویؒ) کے مرید و خلیفہ تھے میونسپل بورڈ بریلی میں ملازم تھے عمر ترکِ لذات اور مشاغل باطنی میں صرف کی۔ شاعری کا ذوق تھا مولانا حسنؔ بریلوی کے شاگرد ہوئے ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد منشی ہدایت یار خاں قیسؔ پھولوی کے شاگرد ہوئے۔ آپ نے غزل، نعت اور منقبت کی شکل میں کافی سرمایہ شاعری چھوڑا۔ آپ کے صاحبزادے سید ظل علی نشاطؔ کے پاس آپ کا غیر مطبوعہ دیوان "توصیف سرکار عبرت" (۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء) اور دیگر بیاضیں محفوظ ہیں۔ ان کے کلام پر حسنؔ بریلوی کے اثراتِ شاعری واضح طور پر نمایاں ہیں۔

روانی و صفائی، خیال و مضمون کی بخرز ولیدگی اور شیفتگی و والہانہ پن آپ کی نعت کی خصوصیات ہیں۔۔

انتقال ۱۹۴۶ء میں ہوا۔ اپنے آبائی مکان میں مدفون ہوئے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

نعت

جلوہ کسی کے حسن کا ہر دم نظر میں ہو
اور بیٹھا میٹھا دردِ محبت جگر میں ہو
جوشِ جنوں ہو دشت ہو جامہ دری ہو اور
سودا کسی کی زلفِ معنبر کا سر میں ہو

تشبیہ اون کے پاؤں کے تلووں سے دوں مگر
سورج میں یہ کلف نہ وہ دھبہ قمر میں ہو
حق بیں نگاہیں کہتی ہیں واللہ کچھ اور
ظاہر میں یوں ہزار وہ شکلِ بشر میں ہو
اسرار عشقِ حق کے اوس پر ہوں منکشف
جو محو یادِ حضرتِ خیر البشر میں ہو
بندہ بنائے ایسے شہنشاہ کا خدا
جس کا کہ حکم جاری ہر اک بحر و بر میں ہو
وہ جو نگاہ لطف سے بسمل کو دیکھ لیں
دل میں نہ ٹیس ہو نہ چسک پھر جگر میں ہو
آنکھوں میں اشک سوکھی زباں اوس سے التجا
جس کا کہ نقش بیٹھا ہوا خشک و تر میں ہو
ممکن نہیں کہ آرزو باقی رہے کوئی
پردیس میں ہو مانگنے والا کہ گھر میں ہو
دصد و دراز کا بھی جو درپیش ہو سفر
افسوس کچھ نہ توشہ ہماری کمر میں ہو
وامق تو دل تو تھام کے رہ جائے ہند میں
اللہ اور جہان عرب کے سفر میں ہو

—٥—

ماخذ:
حالات و کلام سید ظل علی نشاط (متوفی ۱۹۷۹ء) نے فراہم کیے تھے۔

وحشیؔ، نام غلام قادر خاں۔
شاگردِ شیخ علی بخش بیمارؔ (متوفی ۱۸۵۶ء)
مفصل حالات بدست نہیں ہوئے۔

نعت

یا نبی خواب سے جاگو شبِ معراج ہے آج
دونوں عالم کا تمھیں حق نے دیا راج ہے آج

درِ دولت پہ سواری کو یہ حاضر ہے براق
اور ملائک کی جلو کے لئے افواج ہے آج

دیکھی شوکت جو سواری کی تو کہہ اٹھے ملک
واہ کیا شان تری شان سے اخراج ہے آج

منتظر ساتوں فلک پر ہیں کھڑے حور و ملک
دولتِ دید کا ہر اک تری محتاج ہے آج

تری نعلین کا وہ رتبہ ہے اعلیٰ جس سے
عرش کے فرش کو حاصل شرفِ تاج ہے آج

بادشاہ دونوں جہاں کا تمھیں خالق نے کیا
سر پر امت کی شفاعت کا تری تاج ہے آج

کل قیامت کو بدرگاہ خدا اے وحشیؔ
یوں کہوں گا کہ ترے ہاتھ میری لاج ہے آج

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ۱۵۔

ہدایت، نام سیّد ہدایت علی۔
والد کا نام سیّد بہادر علی۔ برادر حقیقی سیّد مہربان علی فرحاں۔ انیسویں صدی عیسوی کے معروف نعت گو ہیں۔ دیوان سیّد وحید الدین عرف محمد عبدالوحید واعظ بریلوی مرتبہ ۱۳۰۲ھ کے پیش لفظ میں ہدایت کے متعلق یہ تحریر ملتی ہے۔

"جناب سیّد ہدایت علی صاحب مرحوم متخلص بہ ہدایت کہ آپ کی طبیعت حمد و نعت کی طرف بہت راغب تھی۔ اور اکثر غزلیں نعتیہ ان کی مشہور ہیں اور ایک دیوان نعت ان کا طبع بھی ہو چکا ہے اور بہت سا کلام غیر مطبوعہ بھی ان کا موجود ہے۔۔۔۔"

ان کا مطبوعہ دیوان نعت دستیاب نہیں ہوا "آئینۂ مغفرت" میں جو نعت شائع ہوئی تھی وہ ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے "آئینۂ مغفرت" کے مرتب نے اکفیں سرعنوان نعت" عاشق ختم رسالت" لکھا ہے۔ واعظ بریلوی کے دیوان کے پیش لفظ اور "آئینۂ مغفرت" میں مطبوعہ نعت کو دیکھنے سے ان کی دینداری اور شوق و ذوقِ نعت گوئی کا اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوتی۔

دیوان واعظ بریلوی کے پیش لفظ کے مطابق وہ ۱۳۰۲ ہجری میں مرحوم ہو چکے تھے گویا وہ ۱۸۸۴ء سے پہلے وفات پا چکے تھے۔

نعت

سینۂ پاک میں پنہاں ہے ضیائے اللہ
دلِ پُر نور میں لاریب ہے جائے اللہ

دست و پا و دہن و چشم و زباں گردن و گوش
ایک ایک عضو ہے بے مثل عطائے اللہ
ہر گھڑی آٹھ پہر شام و سحر لیل و نہار
کون اپنا ہے مددگار سوائے اللہ
ہم کو انسان بھی کیا امتِ احمد بھی کیا
شکر صد شکر عجائب ہے عطائے اللہ
باغِ فردوس میں آرام سے بیٹھیں گے مدام
جو کہ تکلیف اٹھاتے ہیں برائے اللہ
جن کو اسرارِ ہو الظاہر و باطن ہیں کھلے
اور کچھ کام نہیں ان کو سوائے اللہ
ہے وہی دل میں زباں میں وہی آنکھوں میں وہی
کان میں آتی ہے ہر وقت صدائے اللہ
جو کہ عاشق ہو وہ معشوق کا رتبہ جانے
قدرداں کون ہے حضرت کا سوائے اللہ
جب تلک سوتے رہے خواب میں دیکھا سب کچھ
جب کھلی آنکھ نظر آئی ضیائے اللہ
آتشِ عشقِ نبی سے ہے اگر سوز و گداز
آب و گل میں مرے مخمر ہے ہوائے اللہ
اپنے محبوب کی تصویر بنائی کیا خوب
جملہ تعریف ہے باللہ سزائے اللہ
جب کہ پیغمبرِ عالم نے کہا لا احصی
غیر ممکن ہے ہدایتؔ سے ثنائے اللہ

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ص ۴۔

دیوان واعظ بریلوی مرتبہ ۱۳۰۲ ہجری مملوکہ سید تعظیم علی نقوی کراچی۔

ہادی، نام محمد ہادی حسین خاں۔

بن محمد حسین خاں بن ہادی یار خاں بن ذوالفقار خاں بن نواب حافظ رحمت خاں۔

مرزا عباس (متوفی ۱۸۵۸ء) کے شاگرد تھے۔

آئینۂ مغفرت میں ایک نعت چھپی ہے مرتب گلدستہ ہذا نے ان کو "شاعر خوش بیان" تحریر کیا ہے۔

نعت

نہیں مخلوق میں ہمسر تمھارا یا رسول اللہ
کوئی تم سا ہوا ہے اور نہ ہوگا یا رسول اللہ

تمھیں ہو گے مرے مولا و آقا یا رسول اللہ
تمھارا ہی میں رکھتا ہوں بھروسا یا رسول اللہ

شفیع المذنبیں شاہِ امم فخرِ بنی آدم
تمھیں رتبہ دیا خالق نے کیا کیا یا رسول اللہ

حرام اوس پر کیا اللہ نے نارِ جہنم کو
تمھیں اک بار جس مومن نے دیکھا یا رسول اللہ

زمین و آسماں شمس و قمر جن و ملک آدم
بڑا ہے مرتبہ سب سے تمھارا یارسول اللہ
اودھر اندیشۂ عقبیٰ ادھر فکر معیشت ہے
مجھے کس کس مصیبت نے ہے گھیرا یارسول اللہ
بچاؤ گے تمھیں کشتی مری بادِ حوادث سے
تمھیں بیڑا کرو گے پار بیڑا یارسول اللہ
خدا راضی ہے تم سے تم خدا سے اپنے راضی ہو
ہو تم مداح اوس کے وہ تمھارا یارسول اللہ
قدم بوسی کسی صورت سے حضرت کی میسر ہو
یہی ہادی کی رہتی ہے تمنا یارسول اللہ

—o—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ص ۷۔
حیات حافظ رحمت خاں ص ۳۲۵۔

ہوشؔ، نام نیاز احمد خاں۔
بن نیاز محمد خاں بن یار محمد خاں بن محمد یار خاں بن نواب حافظ رحمت خاں
فارسی کی تحصیل امیر الدین آزاد بریلوی سے کی۔ کتب درسیہ مختلف علماء
سے پڑھیں۔ فن طب حکیم مولوی محمد ابراہیم لکھنوی سے حاصل کیا۔
شاعری میں ابتداً حکیم محمد محسن علی خاں جوشؔ بریلوی اور امیر الدین آزاد
بریلوی کے شاگرد ہوئے۔ بعد کو منشی مظفر علی اسیرؔ لکھنوی کے شاگرد رہے۔
۱۸۵۷ء کے پرآشوب دور سے متاثر ہو کر سفر اختیار کیا لکھنؤ میں قیام

کیا۔ حیدر آباد دکن بھی پہنچے۔
صاحب تصنیف تھے۔ مطبوعہ کتابوں کے نام یہ ہیں۔
۱۔ تاریخ روہیلکھنڈ ۲۔ مثنوی ترانۂ ہوش ۳۔ حدیقۂ نعت۔
۴۔ کلیات ہوش۔ غیر مطبوعہ کتابوں کے نام یہ ہیں۔
۱۔ شہادت نامہ بے نظیر۔ ۲۔ فسانۂ عزائب ۳۔ داسوخت ہوش۔
کلیات ہوش کی طباعت ۱۳۱۲ ہجری مطابق ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔ مطبع کا نام گلشن فیض لکھنؤ ہے مرتب آپ کے خلف اکبر نواب نثار احمد خاں ہیں۔ مقدمہ کلیات ہوش میں صحیح مرقوم ہوا۔ "فن شاعری میں طاق علم حکمت میں شہرۂ آفاق، علم ہیئت و ہندسہ میں مشہور، ہر ذی شعور ان کی ذہانت اور طباعی کا قائل، ہر اہل کمال ان کے کمال بے زوال پر مائل غرض کہ کوئی فن ایسا نہ تھا جس میں جناب کو دست قدرت نہ تھی۔ کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں تمام و کمال واقفیت نہ تھی بہت سے شاگرد ان کے صاحب دیوان ہیں"
ہوش "گلدستۂ ہوش افزا" اپنے اہتمام میں نکالتے تھے اس کی طباعت مطبع نظامی کانپور میں ہوتی تھی۔
ہوش بہترین غزل گو اور بڑے قصیدہ نگار تھے بریلی میں ان کا روشن کیا ہوا چراغ شاعری مدتوں تک محفل سخن کی زینت بنا رہا۔ میرے عہد طفولیت تک وہ افراد زندہ تھے جنھوں نے ہوش کو دیکھا تھا اور ان کے مشاعروں میں شریک ہوئے تھے ہوش نعتیہ مشاعرے کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ افسوس کہ حدیقۂ نعت نایاب ہے زیر نظر نعت پر آثم بریلوی نے تضمین لکھی تھی۔ لہذا "منظور حق" سے اس کو نقل کر رہا ہوں۔

آپ کی وفات بعمر پچپن سال ۳۰ر جون ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔

نعت

ہر سر میں ہے سودائے سر موئے محمدؐ
سارا ہے جہاں بستۂ گیسوئے محمدؐ

اللہ سے واصل ہو جھکائے جو کوئی سر
آغوشِ خدا ہے خمِ ابروئے محمدؐ

رنگِ گُلِ وحدت ہے بہارِ رُخِ حضرت
اللہ کی بو دیتی ہے خوشبوئے محمدؐ

پلّے ہیں جو رحمت کے تو ہے مرغِ شفاعت
اوڑتا ہوا شاہین نرازوئے محمدؐ

موسیٰ کی جہاں شمعِ نظر نے نہ دیا کام
اوس بزم کے اگّے ہیں دو بازوئے محمدؐ

جب عینِ خدا کی ہو ادھر چشمِ عنایت
پھر کس کی نظر ہے جو نہ ہو سوئے محمدؐ

کیا حور و پری تزئین کا ہے ذکر یہاں ہوشؔ
عرفان ہے آئینۂ زانوئے محمدؐ

—٥—

ماخذ:

کلیاتِ ہوشؔ ۔ حیاتِ حافظ رحمت خاں ص ۲۲۶۔
منظورِ حق ص ۱۸۵ ۔ چند شعرائے بریلی ص ۱۳۲!

یکتا، نام سید کاظم علی۔
مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی کے رشتہ دار اور شاگرد تھے۔
مسجد ڈومنی کے قریب محلہ ذخیرہ میں مکان تھا۔
کچہری میں ملازم تھے۔
ان کا کلام گلدستہ لطیف بریلی بابت جولائی ۱۸۷۴ء میں بھی نظر سے گزرا۔ معلوم ہوا کہ ان کی شاعری کا آغاز انیسویں صدی عیسوی میں ہوا۔
زیر نظر نعت آئینۂ مغفرت سے نقل کی گئی ہے۔

نعت

دلا ہو لبوں پر محمدؐ محمدؐ
تو وردِ زباں کر محمدؐ محمدؐ
اٹھوں روزِ محشر میں اس طور سے
کہ ہو میرے لب پر محمدؐ محمدؐ
جو کچھ شک ہو اے منکرو دیکھ لو
ہے قرآں میں اکثر محمدؐ محمدؐ
جنازہ کے ساتھ ہوں یار غار
کہیں سب برابر محمدؐ محمدؐ
نکیرین پوچھیں گے کس کی ہے اُمت
کہوں گا میں بڑھ کر محمدؐ محمدؐ
شفاعت میں تاخیر جس وقت ہوگی
کہیں گے پیمبر محمدؐ محمدؐ

ہے یکتاؔ کی یہ آرزو صبح و شام
ہو کہنا میسر محمدؐ محمدؐ

—۵—

ماخذ:

حالات ان کے خاندانی بزرگوں سے معلوم ہوئے۔
آئینۂ مغفرت ص۲۷
گلدستۂ لطیف بریلی جولائی ۱۸۷۴ء

ضمیمہ

اس ضمیمہ میں دو طرح کے شعراء شامل ہیں۔ اولاً وہ شعراء جن کے کم و بیش حالات تو دستیاب ہوئے مگر ان کا کلام نعت نہ مل سکا حالانکہ وہ نعت گو بھی تھے اور نعت گوئی میں بہرۂ خاص رکھتے تھے ثانیاً وہ شعراء جن کے متعلق معلومات اُس وقت ہمدست ہوئیں جب کہ یہ تذکرہ مکمل ہو چکا تھا۔ اب ہم ذیل میں ان شعراء کے حالات و کلام پیش کرتے ہیں۔

ارشاد۔ حافظ ارشاد علی آپ کا تعلق سادات امروہہ سے تھا۔ آپ کے والد سید احسان علی صاحب تحصیل چاند پور ضلع بجنور میں تحصیل دار تھے۔ حافظ صاحب بریلی کے مشہور خوشنویس تھے اور خوشنویسی ہی ان کا ذریعہ معاش تھا اس سلسلے میں آپ لاہور میں بھی رہے جہاں آپ قرآن کی کتابت کیا کرتے تھے لاہور سے واپسی پر آپ مولوی احمد رضا خاںؒ کے دارالافتا میں فتاویٰ کی نقل کرنے کی خدمت پر مامور ہوئے۔ خانقاہ نیازیہ بریلی میں بزمانہ حضرت شاہ محی الدین احمد عرف ننھے میاں کتب مشاغل کی نقل کرنے کی خدمت پر مامور ہوئے عمر آخر میں گوشہ نشینی اختیار کی آپ کا انتقال ۱۹۲۲ء میں بمقام انباہ ضلع سورنیہ سابق ریاست گوالیار میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۶ برس کی تھی آپ مولانا حسن بریلوی کے شاگرد تھے۔ صاحب دیوان تھے غزل، نعت اور منقبت میں کافی سرمایہ شاعری چھوڑا۔ کلام محفوظ نہیں رہا۔ آپ کی صاحبزادی

(زوجہ سید محمود حسین مرحوم۔ متصل چاہ خرم ذخیرہ۔ بریلی) کے پاس تلف شدہ دیوان کے چند اوراق محفوظ تھے۔ یہ اوراق ان کے قلم سے ہی لکھے ہوئے تھے پرانے گلدستوں میں بھی کلام نظر سے گزرا مگر کلام نعت میسر نہیں آیا۔ حالانکہ وہ نعت و منقبت کے بھی معروف شاعر تھے ؎

الفت پیری کی ہے نہ محبت ہے حور کی
ارشادؔ اپنے دل میں ہے شاہ زمن کا عشق

اویسی، شاہ محی الدین مشائخ زادگان بریلی میں سے تھے۔ سرہند کے پیرزادوں سے تعلق تھا بروایت شیفتہ۔ (گلشن بیخار ص ۱۳) وہ دکن بھی گئے تھے الطاف علی بریلوی نے حیات حافظ رحمت خاں میں (ص ۲۳۳) ان کا ایک قطعہ نقل کیا ہے جو انھوں نے نواب حافظ رحمت خاں کی شہادت کے موقع پر کہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ شاہ اویسی ۱۷۷۴ء میں حیات تھے کیونکہ حافظ رحمت خاں کی شہادت ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو ہوئی تھی۔ مختلف تذکرات شعراء میں ان کے اشعار غزل تو ملتے ہیں مگر اشعار نعت نہیں ملتے حالانکہ ایک شیخ طریقت نے مدح محبوب خدا میں ضرور کلام نعت کہا ہوگا۔ اس وقت ان کا کلام نعت و غزل ناپید ہے۔

جلیل، سید ولی جان آپ کے مورث اعلیٰ خواجہ میر علی بزمانہ نواب حافظ رحمت خاں بخارا سے بریلی تشریف لائے۔ آپ کے والد کا نام سید احسان علی تھا اور وہ محلہ پھول والان بریلی کے ساکن تھے آپ کی ابتدائی تعلیم مکتب میں ہوئی بعد کو اردو مڈل کی سند حاصل کی۔ کلکٹری بریلی میں ڈاک محرّر کی خدمت پر مامور تھے ۱۹۶۰ء میں ملازمت سے پنشن لی اور ایک سال کے بعد ۱۹۶۱ء میں وفات پائی۔

ابتدا میں تخلص حذر اختیار کیا تھا۔ بعد کو جلیل تخلص اختیار کیا اور اسی سے معروف ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں شفیع احمد عیش بریلوی (المتوفی ۱۹۴۶ء) تلمیذ داغ دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ کسب کمال کے ساتھ صف اساتذہ میں شمار کیے جانے لگے۔ نہایت فصیح البیان تھے دلبستان داغ کے رنگ شاعری پر تمام عمر قائم رہے۔ نعت گوئی میں بھی شہرت پائی۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے آپ کا کلام غیر مطبوعہ رہا۔ باقیات الصالحات میں کلام نعت و غزل پر مشتمل اوراق آپ کے برادر زادہ جناب شکیل نظامی بریلوی کے پاس محفوظ ہیں۔ ان سے ہی حالات زندگی اور کلام شعر دستیاب ہوئے۔

نمونہ کلام یہ ہے:

یہ ہے قرآں سے ثابت رحمۃ اللعالمیں تم ہو
اسی نسبت سے اے آقا شفیع المذنبیں تم ہو
خدا نے پشت پر مہر نبوت ثبت فرما کر
یہ ظاہر کر دیا سب پر کہ ختم المرسلیں تم ہو
شب معراج اپنے پاس آقا عرش اعظم پر
بلایا جن کو حق نے بھیج کر روح الامیں تم ہو
تمہاری ہی طرف اٹھیں گی نظریں اہل محفل کی
سمجھتے ہیں یہ سب محبوب رب اللعالمیں تم ہو
مری سکرات کی تکلیف راحت سے بدل جائے
سرہانے میرے اے آقا جو وقت واپسیں تم ہو
نہ تھے یہ ماسوا کچھ بھی تمہارے نور سے پہلے
ہوا روشن جہاں جس سے وہ شمع اولیں تم ہو

جلیلؔ زار کو بھی بخشوا لینا قیامت میں
یہ عاصی ہے مرے آقا شفیع المذنبیں تم ہو

جوشؔ، محسن علی خاں

گزشتہ صدی کے ایک باکمال صاحب دیوان شاعر تھے خاندان کمبوہاں سے وابستہ تھے ان کا دیوان چھپ گیا تھا اور اس کی ایک کاپی خاندان کمبوہان کے ایک معزز فرد جناب کبیر حسین خاں مرحوم کے پاس محفوظ بھی تھی مگر افسوس نواب کبیر حسین خاں صاحب سے تعلق قلبی کے باوجود مذکورہ دیوان دیکھنے کو نہیں ملا۔

محسن علی خاں جوشؔ کا حوالہ نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ کے کلیات میں ملتا ہے (ص ۲۰۶) نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی نے ان کی وفات پر ۱۲ اشعار کا قطعہ تاریخ لکھا جو کلیات (ص ۲۰۶) میں شامل ہے۔ اس قطعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے مثل انسان تھے۔ حاذق طبیب تھے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے ادنیٰ و اعلیٰ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے تھے دم واپسیں لب پر شغل درود اور ذکر حق تھا۔ انھوں نے نعت احمد میں ایک قصیدہ لکھا جو "بیت جنت کا قبالہ" ہوا۔ "اس کے مضامین گل کی وجہ سے قرطاس پہ گلشن کا دھوکہ ہوا"۔ ان کی وفات ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔ "چراغ خلد اچھا ہے" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

جب تک مطبوعہ دیوان دیکھنے کو نہ ملے مذکورہ قصیدہ نعت اور دیگر نعتیہ کلام پر نہ تو رائے دی جا سکتی ہے اور نہ اس کو نقل ہی کیا جا سکتا ہے۔

حمیدؔ حافظی

۱۹۸۳ء میں فوت ہوئے۔ میرے کرم فرما تھے مرد مو اور باشریعت تھے محکمہ پولیس میں ملازم تھے شغل نعت گوئی میں عمر بسر کر دی۔ شہر بریلی میں نعت گو کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے میری کوشش بلیغ کے باوجود اپنے نعتیہ کلام سے روشنا

نہیں کرا یا بعض مشترکہ احباب کی معرفت بھی تقاضے کرائے مگر ان کا کلام بعد... میسر نہیں ہوا۔ ان کا تمام سرمایۂ شاعری غیر مطبوعہ ہے اور غالباً اس کی طباعت کی کوئی صورت بھی نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میری آرزو کے باوجود بھی اس تذکرے میں انکا کلام شامل ہونے سے رہ گیا۔

رواںؔ، سید ہادی علی

مولوی قاسم علی خواہاںؔ بریلوی کے صاحبزادے تھے جج بریلی میں ملازم تھے اپنے زمانے میں صف اساتذہ میں شمار کیئے جاتے تھے۔ بریلی میں ان کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے ؎

رواںؔ پتہ یہ چلا انتہائے منزل پر
کہ اب یہاں سے چلوں تیری جستجو کے لئے

ان کے غیر مطبوعہ دیوان کا نام "فیض جاوداں" (۱۳۹۰ ہجری/۱۹۷۱ عیسوی) ہے جس کے صرف بارہ اوراق آپ کے صاحبزادے جناب افتخار علی صاحب کے پاس محفوظ ہیں اور جو انھوں نے بہ کمال عنایت مجھے برائے استفادہ دکھائے آپ کا رنگِ سخن اپنے والد صاحب سے بالکل جدا ہے آپ کے اشعار میں کہیں معاملہ بندی کا لطف ہے اور کہیں فقر و تصوف کی جھلک اس پر بے عیب رواں زبان و محاورہ مستزاد ہے تمام کلام دلکش ہے۔ آپ اعلیٰ پایہ کے نعت گو بھی تھے مشاعروں میں بالالتزام شرکت فرماتے۔ افسوس کہ کوشش کے باوجود آپ کا کلام نعت ہمدست نہیں ہوا۔

آپ کی وفات اپنے والد کی زندگی میں ہی ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔

راقمؔ، مشتاق حسین

سانولا رنگ، گول سیاہ بھری ہوئی داڑھی، سر پر ہمیشہ ٹوپی جمی ہوئی، جسم پر کوٹ یا شیروانی ہاتھ میں مختصر لکڑی جس کو عرف عام میں رول کہتے ہیں، منہ میں پان، لبوں پر تبسم،

میانہ روی سے آتے جاتے نظر پڑتے تھے۔ میری ملاقات سلام دعا کی حد تک تھی حالانکہ وہ میرے پڑوسی تھے محلہ خواجہ قطب بریلی کے پرائمری اسکول میں صدر مدرس تھے چند بار ڈاکٹر سعید احمد بریلوی (متوفی ۱۹۵۲ء) کی بزم احباب بریلی میں شرکت کی مگر بزم کے صرف ادبی مباحثوں میں ہی حصہ لیا' بزم کے مشاعروں میں کبھی تشریف نہیں لائے ۱۹۵۰ء میں اچانک کراچی چلے گئے۔

شاعری میں شفیع الدین خواجہ بریلوی کے شاگرد تھے ان کی زندگی میں فارغ الاصلاح ہو گئے ان کے اپنے تلامذہ بھی تھے خاص طور پر محلہ خواجہ قطب اور گلی حکیم وزیر علی وکٹرہ مانڑائے کے سخن سنج ان سے خوب مستفیض ہوئے سیرت کمیٹی بریلی کے سکریٹری بھی تھے ان کی نظامت میں سیرت کمیٹی بریلی کے سالانہ مشاعروں کا انعقاد ہوتا تھا۔ افسوس کہ ان کا کلام دستیاب نہیں ہوا۔ ان کے وابستگان بھی مرطیب گئے۔ ان کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے ؎

شاعر تعصبات کی دنیا سے دور ہے
شاعر کے دل میں وسعتیں ہیں تنگیاں نہیں

صد حیف کہ جس نے نعتیہ مشاعروں کی نظامت کی' صدہا نعتیں لکھیں اور سنائیں آج اس کا ایک شعر نعت بھی نہیں مل سکا۔ کراچی میں راقم صاحب کسی اسکول میں مدرس ہو گئے تھے جہاں ۱۹۵۶ء میں ان کی وفات ہو گئی۔ شاید وفات کے وقت ان کی عمر پچپن برس سے زیادہ نہیں ہوگی ان کے دونوں صاجزادگان تعلیم یافتہ اور ہوشمند تھے ممکن ہے انھوں نے اپنے والد کی بیاضوں کو محفوظ رکھا ہو۔ مجھے کوشش کے باوجود ان کے صاجزادگان کا پتہ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

شوقؔ، محمد نبی

ان کے والد کا نام الٰہی بخش تھا اور وہ رہنے والے تھے محلہ بخشی والان بجنور کے۔ شوقؔ صاحب کی پیدائش محلہ کاغذی ٹولہ بریلی میں ۱۲ر ستمبر ۱۹۱۲ء کو ہوئی مکتبی تعلیم مرزائی مسجد شہر کہنہ بریلی میں جناب عبدالرحیم ذوقؔ بریلوی سے حاصل کی ذوقؔ کے زیر اثر ہی شاعری کا چسکا لگا۔ اپنے ابتدائی کلام غزلیات پر ان سے ہی اصلاح وصول کی بعد کو کسی دوسرے استاد کے آگے زانوئے شاگردی تہ نہیں کیا اپنے ذوقؔ کو ہی رہنما بنایا۔ آپ نے ثانوی دور کی تعلیم مسجد فتح پوری دہلی میں حاصل کی بعد کو منشی، منشی فاضل وغیرہ کے امتحانات پاس کئے آپ باعتبار پیشہ مدرسہ اشاعت العلوم سرائے خام بریلی میں مدرس تھے اسی مدرسہ میں منشی علی حسین ضمیرؔ بریلوی فتاوی کی نقل نویسی کی خدمت پر مامور تھے دونوں میں چشمک رہتی تھی جس سے پورا شہر آگاہ تھا۔ اب نہ ضمیرؔ صاحب ہیں اور نہ شوقؔ صاحب۔ دونوں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب نہ وہ بحثیں ہیں اور نہ وہ شور و شر۔ دونوں اپنی اپنی قبروں میں محو خواب ہیں۔

شوقؔ صاحب غزل گو تو تھے ہی، نعت گوئی میں بھی بہرہ رکھتے تھے مشاعروں میں ان کے کلام کو شوق سے سنا جاتا تھا ان کا شمار اساتذہ میں کیا جاتا تھا۔ ہمیں جناب انورؔ چغتائی بریلوی کی معرفت ان کے حالات فراہم ہوئے۔ ایک نعت بھی بطور نمونۂ کلام موصول ہوئی۔

سر مژگاں کھٹہر جائے جو نے کر نام سرور کا
خدا شاہد وہ ایک آنسو ہے ضامن زندگی بھر کا
جو مل جائے تو ٹل جائے مرے ایام کی سختی
قدوم پاک سے دل موم ہو جاتا ہے پتھر کا

تیرے قدموں کا اونچا مرتبہ ہے عرشِ داور سے
تیرے قدموں سے اونچا مرتبہ ہے عرشِ داور کا
وہی ایک سانس جو یادِ شہہ لولاک میں گزرے
اسی ایک سانس پہ قربان حاصل زندگی بھر کا
معاذاللہ شوقؔ اور توہینِ باطل سے ڈرجائے
یہ مانا ہم نے کُتا ہے مگر سرکار کے در کا

شوقؔ صاحب کی وفات ۲۲ فروری ۱۹۷۷ء کو ان کے مکان واقع کٹرہ چاند خاں شہر کہنہ بریلی میں ہوئی۔ شوقؔ صاحب کی وفات سے شہر کہنہ بریلی کی شاعری کو دھکا لگا ہے کیونکہ ان کی ذات سے شعر و شاعری کی محفل آباد تھی

شاہاںؔ، سید نور الحسین شاہ ان کا گھر یلو نام معظم علی ہے مولوی قاسم علی خواہاںؔ کے بیٹے ہیں تقسیم وطن سے پہلے کمشنری بریلی میں ملازم تھے بریلی کے مشہور وکیل مولوی یوسف علی سے نسبت فرزندی رکھتے تھے ترکِ وطن کر کے کراچی چلے گئے۔ شہر میں نعت گو کی حیثیت سے متعارف تھے ان کا کلام نعت نہیں ملا۔ صرف ایک شعر فراہم ہوا جو مندرجہ ذیل ہے ؎

جانِ ایمان سے رخصت ہوئی تن سے شاہاںؔ
مرتے دم نام محمدؐ جو زباں پر آیا

ضمیرؔ، علی حسین میرے ہم محلہ بزرگ و کرمفرما تھے ابتدا میں مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ بریلوی کے شاگرد ہوئے اس وقت ان کا تخلص جفاؔ تھا بعد کو منشی قمر الحسن قمرؔ بدایونی (متوفی ۱۹۴۱ء) اور سیمابؔ اکبر آبادی (متوفی ۱۹۵۱ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ کے صاحبزادے مرزا احمد یار بیگ احمدؔ عرف حکیم مسیت سے بھی،

استفادہ کیا بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ شعر و ادب ان کے رگ و خوں میں پیوست تھے بڑھاپے میں بھی حافظہ اس قدر عمدہ تھا کہ یا یدوشاید ہزاروں اشعار نوکِ زباں پر تھے پرانے اساتذہ کی صحبتیں دیکھی تھیں جس کی وجہ سے طبیعت میں احتیاط کا مادہ پیدا ہوگیا اور شعر میں معمولی سقم کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ بالعموم معاصرین شعراء سے کشیدہ رہے۔ بریلی میں محمد نبی شوقؔ، تبارک علی عبرتؔ، نظمؔ اور رسا بریلوی سے معرکہ آرائی ہوئی۔ بعد کو طبیعتؔ بہرائچی اور امید رضوی سے بھی دیرینہ تعلقات ختم ہو گئے۔

بلاشبہ شاعر بہت عمدہ تھے۔ اشعار میں گرمیٔ جذبات کا خاصہ تھا۔ درد کی خفیف کسک تھی۔ پڑھتے بھی لاجواب تھے۔ آواز میں بہت درد تھا۔ چنانچہ مشاعرہ پر چھا جاتے تھے طویل عمر شاعری پائی مگر تلامذہ کی فوج نہیں جمع کی۔ جو دو چار تلامذہ ان سے وابستہ تھے وہ کامیاب ہوئے۔

ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ بیرونجات کے مشاعروں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ سلام، نعت، منقبت، مرثیہ، مناجات، غزل غرضکہ ہر مروجہ صنفِ سخن میں وافر سرمایہ شاعری چھوڑا۔ اشاعت کلام پر کبھی توجہ نہیں دی اور اب صورت یہ ہے کہ مجھے ان کی صرف ایک نعت انور چغتائی کے ذریعہ مل سکی۔

آپ کی وفات ۲۶ جون ۱۹۶۹ء کو ہوئی ۷۸ برس زندہ رہے۔ قلیل آمدنی پر صبر و قناعت سے گزارا کیا اور شاعری کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ خدا مغفرت فرمائے۔ ہمیشہ یاد آئیں گے۔

ہے یہ اثر حاصلِ دیدارِ مدینہ
اب قلب کی رگ رگ میں ہیں انوارِ مدینہ

یہ بات بتائی ہے مجھے اہلِ نظر نے
بنیادِ حرم میں بھی ہیں آثارِ مدینہ

ہر گام پہ میں لطفِ خلش یاد کروں گا
چُبھ جائے مرے دل میں کوئی خارِ مدینہ

ہر چیز ہے اِک مرکزِ حیرانیٔ پیہم
آئینہ در آئینہ ہے بازارِ مدینہ

اب میری بھی سُن لیجے رودادِ تباہی
سرکار مرے اے مرے سرکارِ مدینہ

مخصوص ہیں صرف ان کی محبت کے بھرے دل
ہر دل میں کہاں ہوتے ہیں انوارِ مدینہ

یہ دردِ غمِ عشقِ نبیؐ سب کو خدا دے
ہو جائے ہر اِک آدمی بیمارِ مدینہ

مختار بھی مالک بھی ہیں جو چاہیں جسے دیں
وہ کون وہی احمدِ مختارِ مدینہ

ہے قلبِ ضمیرؔ آج ہر اک رخ سے منوّر
اے صلِّ علیٰ عالم انوارِ مدینہ

لائقؔ، لیاقت حسین

سنہ ۱۹۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی محمد جان تھا اور وہ ایڈوکیٹ تھے مستقل سکونت محلہ قصائی ٹولہ شہر بریلی میں تھی۔ آپ کی شادی مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ بریلوی کے صاحبزادے مرزا سعادت یار بیگ معجزؔ (متوفی ۱۹۵۰ء) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ زمینداری ذریعہ اوقات گزاری تھی بعد کو ٹیوشن کر کے گزر بسر کرتے رہے پرانی وضع کے با اخلاق انسان تھے

شعر و شاعری سے گہری دلچسپی تھی۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے اپنے اشعار پر اپنے خسر سے ہی اصلاح وصول کی۔ نعت گوئی سے بھی شغف تھا ایک مجموعہ نعت مسمیٰ "پیام مغفرت" مرتب کیا جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

آپ نے ۶؍دسمبر ۱۹۷۸ء کو بوقت نصف شب حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرمایا۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔ مجھ سے یاد اللہ تھی اور ایک بار انھوں نے بریلی کے بعض پرانے رسائل مجھے دکھائے جن کی خاصی تعداد ان کے پاس محفوظ تھی۔ دیکھئے اس تمام سرمایہ کا کیا انجام ہو۔

ہمیں ایک نعت انور چغتائی کے ذریعہ موصول ہوئی جو مندرجہ ذیل ہے ؎

انھیں کیجے قبول آقا یہ موتی ہیں عقیدت کے
چھپا کر لایا ہوں آنکھوں میں کچھ آنسو محبت کے

خدا چاہے تو ہم بھی جائیں گے آقا کے روضے پر
کبھی تو آئیں گے چھینٹے ادھر بھی ابر رحمت کے

مناظر روضۂ اقدس کے ہیں سب جذب آنکھوں میں
اگرچہ دور ہوں لیکن مزے آتے ہیں قربت کے

اگر آقا مجھے تھوڑی سی جگہ دیں اپنے قدموں میں
مری تقدیر جاگ اٹھے مزے آجائیں جنت کے

کئے ہیں نصب دنیا میں علم محبوب داور نے
سخاوت کے شجاعت کے صداقت کے عنایت کے

مددا اے کعبۂ ایماں مددا اے سرور عالم
ہوئے ہیں دشمنانِ دین درپے دین و ملت کے

ہوائے تند کے جھونکوں سے کیا ڈر ہو انھیں لائق
شجر یونہی تر و تازہ رہیں گے باغِ امت کے

مقیم، محمد مقیم خاں نواب حافظ رحمت خاں کے نبیرہ اور نواب محبت خاں محبت (متوفی ۱۸۰۹ء) کے فرزند تھے۔ الطاف علی بریلوی نے ان کا ذکر حیات حافظ رحمت کے فٹ نوٹ (صفحہ ۳۱۹) میں کیا ہے آپ کے صاحبزادے جناب احمد حسن خاں جوشؔ بھی خاندان روہیلہ کے برگزیدہ شاعر گزرے ہیں۔

آئینۂ مغفرت (ص ۱۳) میں محمد مقیم خاں مقیمؔ کی ایک نعت چھپی ہے مرتب گلدستہ بزمی نے ان کے نام کے ساتھ "مداح رسول کریم مداح یزداں" لکھا ہے جس سے ان کی رسول اکرمؐ سے نسبت عشق اور وجہ نعت گوئی کا علم ہوتا ہے۔

نعت مندرجہ ذیل ہے ؎

ضیائے ترے انور کی ہر سو بسو ہے
ترے حسن کا شور و غل کو بکو ہے
بر اوس چاند کی چاندنی چار سو ہے
کہ قرآن میں جس ماہ کا وصف رو ہے
ثنا ورجو ہے بحرِ عشقِ نبی کا
بڑی اوس کی پیشِ خدا آبرو ہے
گلِ نورِ رحمت سے بھرتا ہوں دامن
بہارِ جمالِ نبی روبرو ہے
ذرا ایک ادنیٰ سا وصف اوس کا یہ ہے
سب عالم سے اعلیٰ وہ فرخندہ خو ہے

نامیؔ، حکیم سید برکت علی

آپ محلہ ذخیرہ میں رہتے تھے۔ گزر اوقات کا ذریعہ زمینداری تھی حکیم برائے بیت تھے۔ شہر کے معززین میں شمار کئے جاتے تھے ابتدا میں مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) کے شاگرد ہوئے ان کا شمار حسنؔ بریلوی کے معروف تلامذہ میں کیا جاتا ہے " ذوق نعت " جس کی اشاعت مولانا حسنؔ بریلوی کی وفات کے بعد ہوئی اس میں حالات مصنف حکیم نامیؔ کے ہی تحریر کردہ ہیں۔ ان کا کلام ہمعصر گلدستوں میں چھپتا تھا افسوس کہ ان کا نعتیہ کلام فراہم نہیں ہو سکا۔ گلدستوں میں صرف غزلیات طبع ہوئیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ وہ دبستان داغؔ کے اتباع کرنے والے تھے اور ساتھ ہی ساتھ فصیح البیان اور مضمون کی بلندی کے دلدادہ بھی۔ کہیں کہیں اشعار میں تصوف کی چاشنی بھی ہے۔ مولانا حسنؔ بریلوی کی وفات کے بعد آپ مفتی عماد الحسن محوؔ بریلوی (متوفی ۱۹۲۶ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے تھے۔

ہلالؔ، فرحت محمد خاں

پیدائش ۲۶ فروری ۱۹۲۷ء برادر زادہ جناب نادر شاہ خاں رستمؔ بریلوی۔ ساکن محلہ کنگھی ٹولہ متصل جامع مسجد بریلی۔ اپنے چچا جناب رستمؔ بریلوی کے زیر اثر شاعری شروع کی ابتدا میں بخت عالم شاہ خاں شوخؔ بریلوی سے مشورہ سخن کیا بعد کو زکی احمد نازؔ بریلوی سے دوستانہ مشورہ سخن کا سلسلہ جاری رہا۔ چودہ پندرہ برس کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا مشاعروں میں بھی شریک ہوئے کلام محفوظ نہیں کیا ان کی طبیعت میں جدت اور روانی تھی کلام شعریا و نعت ہے نعتیہ اشعار میں رموز کی کیفیت ہے جو شاید ان کی تصوف پسندی اور طریق درویشی سے پیدا ہوئی۔

چند برس پہلے ان کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا۔ زندگی کی خرافات دکروہات سے تائب ہوکر وطیرۂ فقرو درویشی اختیار کیا سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے۔ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے خود بھی مرید کیے۔ غزلگوئی ترک کر دی اردو سے زیادہ فارسی میں کہنا شروع کیا۔ کلامِ فارسی بھی غیر محفوظ ہے کیونکہ انھیں کلام جمع کرنے کا نہ کبھی شوق تھا اور نہ سلیقہ میرے اصرار پر ایک اردو نعت مجھے دے گئے تھے جو مندرجہ ذیل ہے ؎

سجا کر آئینہ در آئینہ تنویر وحدت کی
بلائیں لے رہا ہے خود کوئی اپنی ہی صورت کی
نرالی شان تھی تعلیم سرکارِ نبوت کی
عمل خود بھی کیا پہلے اگر کوئی نصیحت کی
محبت دیکھیے خیر البشر فخرِ رسالت کی
کہ رو رو کر انھوں نے خیر مانگی اپنی اُمت کی
سمٹ کر آگئیں سب دوریاں توسین کی حد میں
ادھر بھی شان وحدت کی ادھر بھی شان وحدت کی
اگر ان کو بشر کہیے تو ہیں ایسے بشر آقا
کہ جبریل امیں نے بے تکلف انکی خدمت کی
سجا کر ذہن میں نورِ نبی پاک و برتر کو
خدائے پاک نے آرائشِ دنیا کی جنت کی
وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
سمجھ میں کیا ہلالؔ آئے جو ہے تنویر وحدت کی

ہلالؔ کا انتقال بچارشنبہ سرطان ۱۲ نومبر ۱۹۸۵ء کو ہوا۔

کتابیات

گلدستے:

گلدستہ لطیف بریلی۔ بابت جولائی ۱۸۷۴ء۔

گلدستہ آئینۂ مغفرت بریلی۔ اشاعت اول بہ اہتمام محمد خاں تاجر کتب بریلی۔ ۱۸۸۹ء
اشاعت ثانی در مطبع گلشن فیض لکھنؤ ۱۸۹۸ء۔

گلدستہ شکوہ یار بجنور۔ بابت مئی ۱۹۱۰ء۔

گلدستہ نہال سخن بریلی۔ بابت ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۷ء۔

گلدستہ کمال دہلی۔ بابت جنوری ۱۹۱۲ء تا اپریل ۱۹۱۲ء۔

گلدستہ ارمغانِ قیصر۔ بابت اپریل ۱۹۲۲ء۔

گلدستہ مشاعرہ مسمیٰ بزم سخن۔ منعقدہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء محلہ باغخانہ بریلی۔

گلدستہ نعت مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی۔ منعقدہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء گلی حکیم وزیر علی
محلہ خواجہ قطب بریلی۔

دواوین:

دیوان لطفؔ۔ لطف علی خاں لطفؔ بریلوی۔ ۱۸۸۹ء۔

کلیات ہوش۔ مرتبہ نواب نثار احمد خاں۔ ۱۸۹۴ء۔

گلشن نعت۔ نواب عبدالرزاق خاں رزاقؔ۔ ۱۸۷۳ء۔

منظور حق۔ حضور احمد خاں آثم۔ ۱۸۸۷ء۔

ذوقِ نعت۔ مولانا حسنؔ بریلوی ۱۹۰۸ء۔

حدائق بخشش۔ مولوی احمد رضا خاں رضاؔ بریلوی۔ ۱۹۰۸ء۔

قبالہ بخشش۔ جمیل الرحمٰن خاں جمیلؔ بریلوی۔ ۱۹۲۱ء۔

دامن پیغمبر۔ نیاز اللہ خاں ظریفؔ۔ ۱۹۳۰ء۔

ریاضِ عبقری۔ محمد فاضل عبقریؔ۔ ۱۹۳۴ء۔

گلہائے عقیدت - دیبی پرشاد مست - ۱۹۷۲ء -
قبالہ جنت - مشتمل بہ کلام نعت شعرائے متفرقہ -

تذکرات و تاریخ :

تذکرہ شعرائے اردو - میر حسن - انجمن ترقی اردو دہلی - ۱۹۴۰ء -
تذکرہ ہندی - غلام ہمدانی مصحفی - انجمن ترقی اردو اورنگ آباد - ۱۹۳۴ء -
طبقات الشعراء - قدرت اللہ شوق - مرتبہ نثار احمد فاروقی - مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۸ء -
طبقات الشعرائے ہند (قلمی) کریم الدین - رضا لائبریری رامپور -
تذکرہ خوش معرکہ زیبا - سعادت علی خاں ناصر نگینوی مرتبہ مشفق خواجہ - مجلس ترقی ادب لاہور - ۱۹۷۰ء -
گلشن بیخار - شیفتہ - نفیس اکیڈمی کراچی - ۱۹۶۳ء -
انتخاب یادگار - امیر مینائی - تاج المطابع رامپور - ۱۸۷۳ء -
خمخانہ جاوید - سری رام - امپیریل بک ڈپو دہلی - ۱۹۱۱ء -
اخبار الصنادید - حکیم نجم الغنی خاں - نول کشور پریس لکھنؤ - ۱۹۱۸ء -
حیات حافظ رحمت خاں - الطاف علی بریلوی - نظامی پریس بدایوں - ۱۹۳۳ء طبع ثانی کراچی ۱۹۸۰ء -
تاریخ فرخ آباد (قلمی) ولی اللہ - رضا لائبریری رامپور -

دیگر کتب :

قصائد عقیدت - مقتدیٰ احمد فرشوری - سرسید بک ڈپو علیگڑھ - ۱۹۶۶ء -
چند شعرائے بریلی - لطیف حسین ادیب - مرکز ادب اردو لکھنؤ - ۱۹۷۶ء -
آئینہ دلدار - محمد ابرار احمد صدیقی - اردو اکیڈمی سندھ کراچی - ۱۹۵۶ء -
میر غلام علی عشرت بریلوی - ڈاکٹر احمد سجاد - گہوارہ ادب - رانچی - ۱۹۷۸ء -
۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء - مولانا امداد صابری - مکتبہ شاہراہ دہلی - ۱۹۵۹ء -

تلامذۂ غالب۔ مالک رام۔ نکودر پنجاب۔ ۱۹۵۷ء۔

فاضل بریلویؒ۔ ڈاکٹر مسعود احمد۔ مجلس رضا لاہور۔ ۱۹۷۶ء۔

حیات اعلیٰحضرت۔ ظفر احمد۔ مکتبہ رضویہ کراچی۔

مقالات:

امیر الدین آزاد اور ان کا کلام۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڈھ دسمبر ۱۹۶۷ء۔

کرامت علی خاں شہیدی۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڈھ جنوری ۱۹۶۴ء۔

بریلی کے خاندان مفتیان کی شاعری کا مختصر جائزہ۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڈھ۔ اگست ۱۹۶۷ء۔

قصیدہ خزینۃ البرکات۔ مرتبہ لطیف حسین ادیب۔ قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۶۶ء۔

مولانا ناصر الدین ناصر۔ لطیف حسین ادیب۔ آستانہ ذکریا ملتان جولائی ۱۹۵۸ء

اسماء نعت گویان بریلی

ا۔ آزاد۔ امیر الدین ۲۰
احسن۔ سید احسان علی ۲۲
احسان۔ محمد احسان ۲۴
آثم۔ حضور احمد خاں ۲۵
اشفاق۔ محمد اشفاق علی ۲۷
احمد۔ احمد یار بیگ ۲۸
امین۔ محمد امین الدین ۳۱
ایوب۔ سید ایوب علی ۳۲
امید۔ عتیق اللہ خاں ۳۴
ب۔ بسمل۔ غلام بسم اللہ خاں ۳۷
بیدل۔ محمد علی ۳۸
بوالحسن۔ سید ابوالحسن ۴۰
بدر۔ محمد یسین ۴۱
ت۔ تحسین۔ تحسین رضا خاں ۴۳
ج۔ جمیل۔ جمیل الرحمٰن خاں ۴۴
ح۔ حیدر۔ حیدر حسین خاں ۴۶
حسن۔ حسن رضا خاں ۴۹
حامد۔ حامد رضا خاں ۵۱
حمید۔ حمید اللہ خاں ۵۲
خ۔ خواہاں۔ سید قاسم علی ۵۵
خوشنود۔ غلام جبار ۵۸
د۔ دلاور۔ دلاور حسین ۵۹

ر- رزاقؔ - محمد عبدالرزاق خاں ۶۰
رضاؔ - احمد رضا خاں ۶۲
رحمتؔ - سید رحمت حسین ۶۴
رستمؔ - نادر شاہ خاں ۶۶
رازیؔ - سید مجتبیٰ مہدی ۶۸
رازؔ - محمد ابراہیم خاں
س- ساقیؔ - فضل غوث ۷۲
سیدؔ - سید حسین ۷۴
سندؔ - سید حسین ۷۵
ش- شہیدیؔ - کرامت علی خاں ۷۷
شمسؔ - خواجہ احمد
شمیمؔ - سید حسین شاہ ۸۰
شیداؔ محمد سلیمان خاں ۸۲
شوخؔ - بخت شاہ عالم خاں ۸۳
شیداؔ - محمد سعادت حسین ۸۵
شیواؔ مفتی صابر حسن ۸۶
ص- صولتؔ - اکبر حسن ۸۸
ض- ضیاؔء - محمد ضیاء اللہ خاں ۹۱
ط- طالبؔ - حسین شاہ ۹۲
طاہرؔ - کلن خاں ۹۳
ظ- ظریفؔ - نیاز اللہ خاں ۹۵
ع- عباسؔ - مرزا عباس بیگ ۹۷
علمیؔ - محمد حسن ۹۹
عاشقؔ - سعادت یار خاں
عبقریؔ - محمد فاضل ۱۰۳
عبرتؔ - تبارک علی ۱۰۴
عنایت غوثؔ - شیخ عنایت اللہ ۱۰۷
ف- فرحاںؔ - سید مہربان علی ۱۰۸
فخرؔ - سید فخر الدین ۱۱۰
قبولؔ - شیخ مقبول حسین ۱۱۲
ل- لطفؔ - لطف علی خاں ۱۱۳
لبیقؔ - [illegible] امیر اللہ ۱۱۵
م- محسنؔ - [illegible] محسن علی ۱۱۶
مداحؔ - محمد میاں ۱۱۷
مغرورؔ - شمس الدین خاں ۱۱۸
منتقمؔ - سید انتقام الحسین ۱۲۰
مسرتؔ - دیبی پرشاد ۱۲۱
ن- نعیمؔ - مرزا ابراہیم بیگ ۱۲۳
ناجیؔ - سید سلطان احمد ۱۲۴
ناطقؔ - علی حسین خاں ۱۲۵
ناصرؔ - ناصر الدین احمد ۱۲۶
نوریؔ - مولوی مصطفیٰ رضا خاں ۱۲۸
و- وامقؔ - سید محمد فدا علی ۱۳۱
وحشیؔ - غلام نادر خاں ۱۳۳
ہ- ہدایتؔ - سید ہدایت علی ۱۳۴
ہادیؔ - محمد ہادی حسین خاں ۱۳۶
ہوشؔ - نیاز احمد خاں ۱۳۷
ی- یکتاؔ - سید کاظم علی ۱۴۰